بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعلیم الایمان

شرک کی مکمل نفی کئے بغیر توحید نہیں آتی

مصنف

مولانا مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحیؒ

(چیرمین ایمانیات سنٹر حیدرآباد، اے پی)

مرتب

عبداللہ صدیقی

(ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)

ناشر

عظیم بک ڈپو، نزد جامع مسجد دیوبند، یوپی

حق کتابت غیر محفوظ

(بغیر کسی تبدیلی کے چھپوانے کی کھلی اجازت ہے۔)

نام کتاب : تعلیم الایمان ـــ (ایمان باللہ)
شرک کی مکمل نفی کیئے بغیر توحید نہیں آتی

مصنف : مولانا مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحی

مرتب : عبداللہ صدیقی

سن طباعت : 2009ء

کمپوزنگ : حبیب گرافکس ملے پلی، حیدرآباد 040-55583159

تعداد : 500

ناشر : عظیم بک ڈپو ، دیوبند ۲۴۷۵۵۴

Azeem Book Depot
Jame Masjid Deoband, U.P. 247554
Phone : 09319525634, Mobile : 01336-310366

انشاء اللہ تعالیٰ

کتاب تعلیم الایمان کے تمام حصوں کا ہندی ترجمہ کیا جائے گا۔

فہرستِ مضامین

عنوان	صفحہ
شرک کی بڑی وجہ عقل کا استعمال نہ کرنا	4
آفاق وانفس میں غور وفکر سے توحید سمجھ میں آتی ہے	5
باپ دادا کی اندھی تقلید بھی شرک کا بڑا ذریعہ	8
شرک کی ایک وجہ شرکیہ ماحول کا اثر بھی ہے	10
وہم کا شکار ہوجانا بھی شرک ہوتا ہے	12
کرامات سے دھوکا کھا کر بھی شرک کیا جاتا ہے	14
شرک کی ایک وجہ اسباب سے پیدا شدہ غلط فہمی	16
اسباب کی حقیقت کو سمجھنے کا آسان طریقہ	19
غیر اللہ کو عالم الغیب ماننا شرک ہے	24
اللہ تعالیٰ کے حقوق اور عبادت میں شرک	29
اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر دوسروں سے محبت کرنا شرک ہے	39
خدا سے بڑھ کر قوم وقبیلے اور وطن سے محبت کرنا شرک ہے	41
اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے	43
مشیتِ خداوندی کے خلاف بات کرنا بھی شرک ہے	47
نفس پرستی بھی شرک ہے	47
ریا کاری بھی شرک ہے	50
یادگار پرستی شرک کا ذریعہ بنتی ہے	52
خدا کے پاس دیوی دیوتا اور بزرگوں کے وسیلے سے جانے کا مشرکانہ تصوّر	57
ستاروں کی پرستش بھی شرک ہے	61
جن، بھوت، تعویذ، گنڈے کی حیثیت	66
شرک کی ایک وجہ یہ ہے کہ انسان اپنے مقام اور مرتبہ سے واقف نہیں	70
انسان کو اپنے مقام کو نہیں بھولنا چاہئے	78
توحیدِ اختیارات یا توحیدِ حاکمیت	80
کسی انسانی قانون کو قانونِ شریعت کے برابر یا اس سے برتر ماننا بھی شرک ہے	85
پرستش کا مستحق اور اطاعت کا مستحق اللہ ہی ہے	86
یہود ونصاریٰ کا شرک	88
منافقین کا شرک	92
وسیلے اور واسطے کے عقیدے کی گمراہی	95

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرک کی بڑی وجہ عقل کو استعمال نہ کرنا ہے

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ (سورہ یوسف:۱۰۶)

ترجمہ : اللہ کو ماننے والے اکثر مشرک ہیں۔

جو انسان شرک میں مبتلا ہوتے ہیں وہ عام طور پر اپنی عقل کو استعمال نہیں کرتے یا غلط استعمال کرتے ہیں اور عقل کا استعمال نہ کرنے کی وجہ سے دنیوی تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود وہ انتہائی بیوقوفی اور کم عقلی میں مبتلا ہو کر مشرکانہ اعمال کرتے ہیں۔ انسان کی یہ عجیب عادت ہے کہ وہ دنیا کا کوئی بھی کام عقل کو استعمال کئے بغیر نہیں کرتا مگر وہ اپنے مذہبی طور طریقوں اور مذہبی کاموں کو عقل کا استعمال کئے بغیر باپ دادا کی اندھی تقلید یا سوسائٹی اور معاشرے کی نقل میں کرتا ہے اور عقل کا بالکل استعمال نہیں کرتا اور ایسے انسانوں کے عقائد اور اعمال کو دیکھنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ پڑھے لکھے ہونے کے باوجود جاہل، اَن پڑھ، پاگل اور جنگلی انسانوں ہی کی طرح عقائد و خیالات رکھتے ہیں۔ مثلاً ایک انسان دوسرے انسان کے مرنے کے بعد اُس کا بت بنا کر اس کی پرستش کرتا ہے یا پھر اُس کی قبر کو سجدہ کرتا ہے، وہ نہیں سوچتا کہ جو انسان زندگی بھر بے اختیار تھا وہ مرنے کے بعد با اختیار کیسے ہو گیا؟ کہیں لکڑی کو کپڑا باندھ کر علَم بنالیتا ہے یا جھنڈا بنا کر اس سے عقیدت رکھتا اور علَم اور جھنڈے کو لیکر ناچتا اور اس سے منّتیں مرادیں مانگتا ہے اور کہیں قبروں پر چادریں اوڑھا کر مٹی اور گارے کو بوسہ دیتا اور اس پر لوٹتا ہے۔ کہیں اپنے جیسے مجبور محتاج انسانوں کو خدا سمجھتا اور کہیں درخت، زمین، سورج جانوروں کو دیوتا سمجھتا ہے اور کہیں روپیہ پیسہ، مکان اور سامان روزگار اور مشینوں ہی کو پالنے والا سمجھ کر ان کی پوجا اور پرستش کرتا ہے اور کہیں جسم و جان کو تکالیف میں مبتلا کر کے عبادت کا تصوّر لیتا ہے، کہیں شادی نہ کر کے زندگی گذارنے کو اور کہیں گوشت نہ کھانے کو اور کہیں سوائے اناج کے

سب کچھ کھانے کو عبادت سمجھتا ہے۔ دِنوں، تاریخوں اور مہینوں کو منحوس سمجھتا ہے اور کبھی ستاروں کی پرستش کرتا ہے، شوہر کے انتقال پر بیوی کے زندہ جل جانے کی بُرائی اس کی عقل میں نہیں آتی، وہ کبھی خدا کو اہل و عیال والا بناتا اور ایک دو نہیں کئی کئی بیویوں والا تصور کرتا ہے اور کہیں خدا کے چہیتے بیٹے ہی کو سولی پر چڑھا کر اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھتا ہے اور کہیں انسانی جانوں کی بھینٹ بتوں پر چڑھانے کو عبادت سمجھتا ہے کہیں ولیوں، بزرگوں اور پیغمبروں کو خدا جیسا بنا دیتا اور خالق اور مخلوق کے فرق کو مٹا دیتا ہے اور کہیں خدا کی زمین پر رہ کر خدا کا سب کچھ استعمال کر کے بھی خدا ہی کا انکار کرتا ہے۔ یا خود خدائی کا دعویٰ بھی کرتا ہے۔ غرض یہ کہ انسان شرک اور کفر کرتے وقت عقل کا استعمال ہی نہیں کرتا یا پھر عقل کو غلط طریقے سے استعمال کرتا ہے۔

آفاق و اَنفس میں غور و فکر ہی سے انسان کو توحید سمجھ میں آتی ہے اور ایمان بڑھتا رہتا ہے :

انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سب سے اعلیٰ عقل اور فہم اس لیے عطا نہیں فرمائی کہ وہ اس سے صرف دنیا کے کاموں کو ادا کرنے میں استعمال کرے، بلکہ قرآنِ مجید میں انسانوں کو بار بار اپنی عقل و فہم کو استعمال کرنے کی تعلیم دی اور جانوروں سے بھی گئے گزرے بننے سے روکا۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کو سمجھانے کے لئے جہاں کائنات کی چیزوں کو پیش کیا ہے وہاں انسانوں کو خاص طور سے غور و فکر کر کے عقل سے کام لینے کی دعوت دی ہے اور اللہ تعالیٰ کی یکتائی اور قدرت کو سمجھایا ہے، سورہ ملک میں ہے کہ دوزخی لوگ جہنم میں یہ اقرار کریں گے کہ

'' اگر ہم نے دنیا میں عقل سے کام لیا ہوتا تو آج عذاب میں مبتلا نہ ہوتے۔''

دنیا کے ماہرین دماغ کا کہنا ہے کہ غور وفکر ہی انسان کی ترقی کی بنیاد ہے، جو انسان Maditation یعنی غور وفکر کرتا ہے اس کا I.Q آئی۔ کیو بڑھتا ہی رہتا ہے اور غور وفکر کی کمی سے دماغی صلاحیتیں کم ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ انسانی زندگیوں پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو قومیں عقل کا استعمال نہیں کرتیں وہ زیادہ تر حاکموں، گمراہ پیشواؤں، درویشوں، فقیروں اور صوفیوں اور پنڈتوں کی اندھی تقلید کر کے گمراہ عقائد اور جاہلانہ رسم ورواج کے تحت زندگی گذارتی ہیں۔ قرآنِ مجید نے انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ زمین، ہوا، پانی، نباتات، حیوانات، انسانوں، پہاڑوں اور سمندروں میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار نشانیاں ہیں ان میں اگر عقل کا استعمال صحیح کر کے غور وفکر کرو گے تو خدا کی یکتائی اور قدرت سمجھ میں آئے گی اور تم خدا کی وحدانیت کو ماننے بغیر نہیں رہ سکتے، مگر عجیب بات ہے کہ مسلمان قرآنِ مجید پر ایمان رکھ کر اور قرآنِ مجید کو بار بار تلاوت کر کے بھی دوسری قوموں کی طرح عقل کو استعمال نہیں کرتے اور اپنے گمراہ صوفیوں، مرشدوں، پیشواؤں، مجاوروں اور فقیروں پر اندھا اعتماد کر کے کتاب سے فائدہ اُٹھانے کے بجائے ان کی تقلید میں گرفتار ہو گئے ہیں اور ایمان کا دعویٰ کر کے بھی شرکیہ عقائد واعمال میں گرفتار ہیں دنیا کی غیر مسلم قومیں جنھوں نے ہوا، پانی، زمین، نباتات، حیوانات اور انسانوں پر اپنی عقل سے غور و فکر کر کے دنیا میں ترقی کی انھوں نے چیزوں ہی کو نہیں انسانوں پر بھی اپنا قبضہ جما لیا اور ایسی ایسی چیزیں ایجاد کر لیں کہ آج پوری دنیا حیران ہے اور ان کی غلام اور تابع اور مجبور بن گئی ہیں۔ کم از کم اب بھی مسلمانوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ قرآنِ مجید نے کس حکمت ومصلحت کے ساتھ آفاق وانفس میں عقل کا استعمال کر کے غور وفکر کا حکم دیا تھا۔ مگر وہ عقل کو استعمال نہ کر کے دنیا میں دوسروں کے غلام بن گئے اور ایمان کے اعتبار سے شعور حاصل نہ کر سکے غور وفکر کے بغیر شعوری ایمان حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ انسانی تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ انسان کسی قوم اور مذہب کا ہی کیوں نہ ہو وہ اپنی عقل کا استعمال صحیح نہیں کر سکتا۔

جو باپ دادا کی اندھی تقلید، سوسائٹی اور معاشرے کی اندھی تقلید یا پنڈتوں مرشدوں اور گمراہ پیشواؤں کی اندھی تقلید میں گرفتار رہا اور ہے یہی چیزیں انسان کو عقل استعمال کرنے سے دور رکھتی ہیں۔ اور انسان ایسے لوگوں کی آنکھیں بند کر کے اتباع کرتا ہے۔

آج دنیا کے لاکھوں کروڑوں انسان باوجود پڑھے لکھے ہونے کے گمراہ عقائد، گندے اور ناپاک خیالات اور پرانی رسم و رواج کو باپ دادا اور سوسائٹی کی اندھی تقلید میں چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ وہ چاہے عقل کی سمجھ میں نہ آنے والا کیسا ہی گمراہ عقیدہ اور کیسے ہی گمراہ خیالات ہوں اور چاہے کتنی ہی بے حیائی و بے شرمی اور گندہ اور ناپاک اور بے عزتی کرانے والا عمل کیوں نہ ہو اور اُس پر کتنا ہی نقصان، تکلیف، پریشانی ہو۔ اور خود ان کی نظر میں کتنا ہی احمقانہ اور مہلک اور نقصان دہ ہو اس پر عمل کرنے اور اس کو اختیار کرنے سے پیچھے نہیں ہٹتے اور اس میں ہر قسم کی تکلیف، نقصان، گندگی، وقت کی بربادی، ناپاکی، بے حیائی و بے شرمی یہاں تک کہ جانوں کو مصیبت میں مبتلا کر کے اُن کو اختیار کرتے ہیں، مگر اس عقیدہ اور رسم کو نہیں چھوڑتے یہ صرف اس لیے کہ ان کے باپ دادا اور سماج وسوسائٹی نے کیا تھا اسی لیے قرآنِ مجید نے باپ دادا، سماج وسوسائٹی اور نفسانی خواہشات کی جڑ کاٹ کر عقل کو استعمال کر کے غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے، مگر عجیب بات ہے کہ قرآنِ مجید کو ماننے اور پڑھنے والے بھی قرآنِ مجید کی اس تعلیم پر کہ کائنات میں تفکر وتدبر کرو، عقل سے کام لو، غور وفکر کرو، عقلوں پر تالے مت لگاؤ، اندھے بہرے مت بنو، اور کائنات کی چیزوں پر سے یوں ہی مت گذر جاؤ کی تاکید کے باوجود مسلمانوں نے عقل کا استعمال بالکل بند کر دیا اور آج مسلمانوں کی کثیر آبادی اور اکثریت شرکیہ عقائد واعمال میں گرفتار ہو گئی ہے اور ان کو اپنے شرک کا احساس ہی نہیں وہ قرآن وحدیث پر ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر ان کا کتابی دین الگ ہے اور ان کا سماجی دین الگ اور کتاب سے ہٹ کر وہ باپ دادا اور سماج وسوسائٹی کے طریقوں کو اپنی زندگی میں رواج دے کر زندگی گذار رہے ہیں اور کتاب وسنت کے خلاف چل رہے ہیں۔

باپ دادا کی اندھی تقلید بھی شرک کا بڑا ذریعہ بن سکتی ہے

اَجِئۡتَنَا لِنَعۡبُدَ اللّٰهَ وَحۡدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا (الاعراف:۷۰)

ترجمہ : کیا آپ ہمارے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ہم صرف اللہ کی بندگی کریں اوران سب کو چھوڑ دیں جن کی بندگی ہمارے باپ دادا کرتے تھے۔

شریعت کی سند کے بغیر باپ دادا کی اندھی تقلید ہر زمانے میں شرک کا بہت بڑا ذریعہ بنی، چنانچہ ہر زمانے میں انسانوں کی یہ بہت بڑی کمزوری رہی اوراب بھی ہے کہ وہ پیغمبروں کی تعلیمات کو اس لئے قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہوئے اور نہ ہوتے کہ انہوں نے بچپن سے اپنے ماحول اور معاشرے میں اپنے باپ دادا کو جس دین پر چلتے دیکھا اور جو مشرکانہ عقائد واعمال میں جاہلانہ رسم ورواج کی پابندی کرتے دیکھا، ان کو وہ چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوئے۔ ان کے باپ دادا کا طریقہ اور چلن گویا ان کے دلوں میں پتھر کی لکیر کی طرح بیٹھا ہوا ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے مختلف پیغمبروں کی دعوت پر ان کی قوموں کے انکار حق کی ایک بڑی وجہ یہ بتلائی کہ وہ اپنے باپ دادا کی اندھی پیروی کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوئے۔ انسان اپنے باپ دادا کے طریقہ کی اندھی تقلید کرتا ہے اوراس پیروی میں وہ عقل وفہم کو قطعی استعمال نہیں کرتا اور باپ دادا کے ہی دین سے چمٹا اور لپٹا ہوا رہتا ہے۔ اہل عرب بھی آباواجداد پرستی میں مبتلا تھے اور بت پرستی اور شرک کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوئے۔ آباواجداد پرستی کی سب سے زیادہ منحوس شکل یہ ہوتی ہے کہ انسان باپ دادا کے جاہلانہ رسم ورواج اوران کے چلن اور جاہلانہ گندے ناپاک گمراہ عقائد کو دین اور شریعت کی حیثیت دے دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت محمد ﷺ کی دعوت کی مخالفت میں سب سے زیادہ طاقتور چیز ان کا یہی آباواجداد پرستی کا بت تھا۔ جو ہر پیغمبر کے زمانے میں رہا۔ جب ان کو اللہ کے راستے پر چلنے کی دعوت دی جاتی اور خالص اللہ کو مان کر

اس کے احکام وقوانین کی تعمیل کرنے کو کہا جاتا اور شرکیہ عقائد واعمال سے روکا جاتا، تو کہتے کہ کیا ہم اپنے آباواجداد کے دین کو چھوڑ کر یہ نیا دین اپنا لیں؟ کیا ہمارے باپ دادا گمراہ تھے؟ کیا وہ غلط تھے؟ یہ نہیں ہوسکتا۔ صحیح دین کی دعوت دینے والوں کو گمراہ اور بے دین سمجھتے اور اپنے باپ دادا کو صحیح سمجھتے تھے۔ غرض وہ کسی صورت میں بھی اپنے باپ دادا کے طریقوں کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے تھے۔ وہ اپنے باپ دادا کی شان میں خدا سے بڑھ کر بڑائی بیان کرتے اوران کی تعریف کے اشعار پڑھتے تھے۔ چنانچہ حج وغیرہ کے ایام میں بھی وہ جمع ہوکر اپنے باپ دادا ہی کی بڑائی اور تعریف کے قصے کہانیاں بیان کرتے تھے۔

انسانوں کی ایک بہت بڑی اور فطری عادت یہ ہے کہ بچپن میں انسان کو اگر اچھی اور صحیح چیز کی تربیت اور مشق کرائی جائے تو وہ زندگی بھر اُسی چیز کو پسند کرتا اُسی چیز پر چلتا ہے اور اگر اسکو غلط راستے اور گمراہ طریقوں کا پابند بنایا جائے تو وہ اُسی کا نقش اپنے دل پر بٹھا کر زندگی بھر اُسی کو پسند کرتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جن بچوں کو بچپن میں چوری، جھوٹ، غیبت، گالی وغیرہ کی عادت پڑ جاتی ہے تو وہ تقریباً زندگی بھر نہیں جاتی اور جن بچوں کو بچپن ہی میں سچ بولنے، جھوٹ سے نفرت اور پڑھائی لکھائی کی عادت پڑ جاتی ہے وہ زندگی بھر نہیں جاتی۔ جس طرح پودا جب تک پودا ہوتا ہے جدھر چاہے موڑ دیا جاسکتا ہے اور جب وہ درخت بن جائے تو موڑنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے آقا ﷺ نے ہمیں اپنے بچوں کی تربیت میں یہ تعلیم دی کہ جب بچہ بات کرنے لگے تو اس کو سورہ اخلاص یاد کراؤ اور جب وہ سات سال کا ہو جائے تو اللہ کے ذکر کے ساتھ نماز کی بھی ترغیب دو۔ چنانچہ انسانوں کا اکثر گمراہی پر جمع رہنا اسی باپ دادا کی گمراہی اور بدعقیدگی کا نتیجہ ہے، جسے انسان بہت مشکل سے چھوڑتا ہے۔ موجودہ دور کے مشرکین اور بدعقیدہ مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے۔ جب ان کو حق کی دعوت دی جاتی ہے

اور توحید سمجھائی جاتی ہے تو وہ باپ دادا کی اندھی تقلید کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوتے اور فوراً پوچھتے ہیں کہ کیا ان کے باپ دادا غلط اور گمراہ تھے؟ اور وہ صحیح دینِ اسلام کو نیا دین کہتے ہیں اور اس پر عمل کرنے والوں کو گمراہ اور بے دین سمجھتے ہیں۔ ایسے انسانوں کو اپنی عقل وفہم کا استعمال کرنا چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ اسلامی نظامِ تعلیم میں اصل عبدیت وبندگی اور غلامی صرف اکیلے اللہ تعالیٰ کی کرنی ہے۔ ایک انسان سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اس کے بعد وہ کسی کا باپ، کسی کا بیٹا، کسی کا بھائی اور کسی کا شوہر، ماں، بیٹی، بہن اور بیوی وغیرہ وغیرہ، باقی سب کچھ ہے۔ غرض وہ جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے بعد ہے۔ انسان کی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کو پہچان کر اُسی کی عبدیت وبندگی کرنا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ماں باپ کی بندگی وغلامی کرنا ہے۔ دوسری تمام اطاعتیں، وفاداریاں اور محبتیں صرف اُسی صورت میں قبول کی جائیں گی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت، وفاداری اور محبت کے تحت اور تابع ہوں، نہ کہ مدمقابل ہوں۔ ہر وہ حلقہ اطاعت توڑ کر پھینک دینا چاہئے جو اس اصل اور بنیادی اطاعت وبندگی کے مقابل ہو۔ حضور ﷺ نے صاف صاف یہ تعلیم دی کہ مخلوق کی اطاعت میں خالق کی نافرمانی نہیں کی جاسکتی مسلمانوں میں شرکیہ عقائد واعمال اور بدعات تقریباً اسی باپ دادا کی اندھی اور گمراہ تقلید کا نتیجہ ہیں اور وہ کتاب اور سنت کی تعلیم کے مقابلہ باپ دادا کے طریقوں کو دانتوں سے مضبوط پکڑے ہوئے ہیں حالانکہ مومن کی نگاہ باپ دادا پر نہیں بلکہ اپنے پیغمبر کی تاکید کے مطابق کتاب وسنت پر ہونی چاہئے۔

شرک کی ایک وجہ شرکیہ ماحول کا اثر ہے۔

وَجَاوَزْنَا بِبَنِىٓ اِسْرَآئِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ
قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ

ترجمہ : ''اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتار دیا۔ ان کا گزر ایسی قوم پر سے ہوا، جو اپنے بتوں سے لگے بیٹھے تھے تو انہوں نے موسیٰ سے کہا ہمارے لیے بھی ایک ایسا ہی معبود مقرر کر دیجئے جیسے اِن کے یہ معبود ہیں''۔ (سورہ اعراف:۱۳۸)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا :

''ہر بچہ صحیح فطرت پر پیدا ہوتا ہے اس کے ماں باپ اس کو یہودی، مجوسی یا نصرانی بنا دیتے ہیں''۔

انسانی زندگی کی پرورش میں دنیوی اور مذہبی حالت کے سدھرنے اور بگڑنے میں انسانی ماحول اور معاشرے کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ اگر اَن پڑھ، جاہل، گنوار، چور، ڈاکو، زانی، شرابی، جواری اور راشی ماحول میں کتنے ہی ذہین بچے کی پرورش کیجئے، وہ بچہ آہستہ آہستہ آپ کی تعلیم وتربیت سے دور ہو کر اپنے ماحول اور معاشرے کے اثرات قبول کرے گا اور شرابی، زانی اور آوارہ بن جائے گا۔ اُسی طرح مذہبی حالت کے سُدھرنے یا بگڑنے کا دارومدار ماحول پر ہے۔ انسان اگر شرک اور کفر والے ماحول میں پرورش پائے تو انسانوں کی اکثر فکر، عقیدہ اور خیالات اسی ماحول کے عکس اور سایہ ہوتے ہیں۔ یعنی وہ جس قسم کے ماحول میں پرورش پاتا ہے اُسی قسم کے اس کے خیالات بنتے اور پروان چڑھتے ہیں حضور ﷺ نے حدیث میں اس کی وضاحت فرما دی ہے۔ عام انسان دراصل اپنے ماحول اور معاشرے کی پیداوار ہوتے ہیں اور وہ جس قسم کے ماحول میں پیدا ہوتے ہیں اُسی کے خیالات، عقائد اور افکار کو آنکھ بند کر کے قبول کر لیتے ہیں سوائے صرف چند انسانوں کے۔ چنانچہ شرک کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انسان اگر مشرکانہ ماحول اور مشرکانہ عقائد اور فکر رکھنے والوں میں پلے بڑھے، تو وہ اپنی عقل کو استعمال کئے بغیر آنکھ بند کر کے اس ماحول کے رنگ کو اختیار کر لیتا ہے اور اس پر اس ماحول کا رنگ چڑھ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانوں کی ایک کثیر تعداد باپ دادا کی، سوسائٹی اور معاشرے کی، اندھی تقلید کی عادی ہوتی ہے۔ ایسے لوگ باپ دادا اور سوسائٹی کے غلط طور طریقوں کو بھی بالکل چھوڑنا نہیں چاہتے۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کو تاکید فرمائی کہ ''ایمان لاؤ اور سچّوں کی صحبت میں رہو۔''

مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد جن غیر مسلم ممالک میں رہتی ہے، وہ وہاں کے لوگوں کے شرکیہ اعمال کو دیکھ کرانکی توڑ اورانکا جواب دینے کیلئے بہت سے شرکیہ اعمال اسلام کا نام لے کر کرتے اور سمجھتے ہیں کہ وہ اسلام کا مظاہرہ کررہے ہیں جہالت کی بناپر غیر مسلموں سے مقابلہ آرائی کرتے رہتے ہیں اور اسلام پر چلنے کیلئے سنت کے بجائے بدعت اور مشرکانہ اعمال کا سہارا لیتے ہیں۔

بسا اوقات وَہم کا شکار ہو جانا بھی شرک ہوتا ہے

دنیا کی تقریباً تمام مشرک قوموں میں ''وَہم'' کا عمل دخل زیادہ رہا اور آج بھی ہے۔ دنیوی علوم کے حاصل کرنے کے باوجود مشرک قومیں اور ایمان سے کمزور مسلمان اس بیماری میں مبتلا ہیں ۔ وہم کا شکار ہو کر مشرکانہ عقائد اختیار کر لینا، توحید سے کمزوری کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، جو انسان وہم کا شکار ہوتا ہے وہ اپنی عقل وفہم کی صحت کے باوجود جاہلانہ اور احمقانہ حرکتیں کرنے لگتا ہے، پھر وہ خدا سے دور ہو کر شرک اور کفر کے غلط راستوں پر پڑ جاتا ہے، انسان چاہے کتنا ہی پڑھا لکھا کیوں نہ ہو توحید کی روشنی اور رہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے وہم کا شکار ہو ہی جاتا ہے اور اپنی عقل وفہم کا صحیح استعمال بہت کم کرتا ہے۔ چنانچہ پچھلے زمانوں میں لوگوں کا یہ عقیدہ اور وہم تھا کہ دریا اور سمندر میں طغیانی آجائے تو نوجوان لڑکی کو دلہن بنا کر دریا اور سمندر کے حوالے کیا جائے۔ زمین پر آفات وبلیات سے چھٹکارا پانے کے لیے دیوی دیوتاؤں کو چھوٹے معصوم بچے کی بلی دی جائے، دریا پر تالاب بنانے کیلئے انسانوں کی قربانی دی جائے، گھر کی تعمیر سے پہلے جانور کی قربانی کی جائے۔

عرب کے مشرکین میں یہ عقائد تھے کہ کسی شخص کے پاس جب اونٹوں کی تعداد ہزار تک پہنچ جاتی تو ایک اونٹ کی ایک آنکھ پھوڑ دیتے تا کہ نظر نہ لگنے پائے، اسی طرح وہ سمجھتے تھے کہ سانپ کو مار کر اگر جلایا نہ جائے تو اس کا جوڑا آ کر بدلہ لیتا ہے۔ جب کبھی

قحط پڑتا تو بھیڑ یا دنبے کی دم میں گھاس پھونس باندھکر آگ لگا دیتے اور سمجھتے تھے کہ اس سے بارش ہوگی۔ اسی طرح موجودہ زمانے کے مشرک ایک من تیل یا گھی جلا دینے سے بارش ہونے کا وَہم رکھتے ہیں۔ عربوں کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ مرنے کے بعد انسانی روح تتلی اور چڑیا وغیرہ کی شکل میں آتی ہے۔ سفر میں جاتے تو کسی درخت وغیرہ میں ڈوری باندھ کر گرہ لگا دیتے، واپس آ کر دیکھتے اگر گرہ کھل گئی ہے تو سمجھتے کہ ان کی بیوی نے بدکاری کی ہے۔ کوئی کام کرنے سے پہلے شگون لیتے تھے۔ مثلاً بیٹھے ہوئے پرندے کو مار کر اڑاتے، اگر وہ سیدھی جانب سے اڑتا تو مبارک سمجھتے اور بائیں جانب سے اڑتا تو منحوس سمجھ کر اس دن اس کام سے دور رہتے تھے۔ سفر میں راستہ بھول جاتے تو کپڑے الٹا کر پہن لیتے اور سمجھتے کہ اس سے راستہ مل جائے گا۔ یہ بھی خیال کرتے تھے کہ جو شخص لات وعزیٰ کو بُرا کہتا ہے اس کو برص یا جذام ہو جاتا ہے۔ حضرت زہرہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہونے کے بعد بصارت سے محروم ہوگئی تھیں۔ کفار نے کہنا شروع کیا کہ لات وعزیٰ نے ان کو اندھا کر دیا۔ حضرت زہرہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر جواب دیا کہ نہیں میرے مقدر میں اندھا ہونا تھا۔ مولا کی مرضی سے میرے آنکھ کی بصارت ختم ہوگئی۔ ایک بدو نے آ کر حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ لیکن اتفاق سے دوسرے دن وہ بخار میں مبتلا ہوا تو بیعت توڑ لی۔ مشرکانِ عرب اپنے دیوتاؤں کی مورتیاں اپنے گھروں دوکانوں میں برکت کیلئے رکھتے تھے۔

چنانچہ آج کے دور میں بھی ہزاروں لاکھوں انسان اوہام کے جال میں مبتلا ہیں، ان کے ساتھ ساتھ بہت سارے مسلمان بھی توحید کی کمزوری اور شرک سے ناواقفیت کی وجہ سے اسی بیماری کے شکار ہیں، اکثر مشرک انسان جب نئی دلہن گھر آتی ہے تو ایک لوٹا دودھ یا چاول اس کے پیر سے ٹھوکر مار کر گراتے ہیں یا پھر اسکے پیروں کو دودھ سے دھوتے اور پھر گھر میں لے کر آتے ہیں۔ دُلہا دُلہن کے ہاتھوں میں لیموں اور چاقو دیتے ہیں اور کمر میں کھوپرا باندھتے ہیں اور گھر کی دہلیز پر ناریل لٹکاتے ہیں۔ کسی کی موت واقع ہو جائے تو

گوشت نہیں کھاتے، گھر ترچھا اور تکونا ہو تو منحوس سمجھتے ہیں۔ گھر اگر اُن کے وَاستو کے مطابق نہ ہو تو منحوس سمجھتے ہیں، صرف لڑکیاں پیدا ہو جائیں تو عورت کو منحوس سمجھتے ہیں، تجارت میں پہلا گاہک غلط آجائے تو دن بھر دَھندا خراب ہونے کا تصوّر رکھتے ہیں، ہر نئے گھر میں جانے سے پہلے چولھے پر ایک بگونا دودھ اُبال کر جلا دینا گھر کے لیے اچھا شگون تصوّر کیا جاتا ہے، اسی طرح ایمان کا دعویٰ کرنے والے بھی سفر پر روانگی سے پہلے ہاتھوں پر امام ضامن باندھ کر حفاظت کا تصوّر کر لیتے ہیں، اگر کسی نوجوان عورت کا شوہر مرجائے تو لوگ اس عورت کو منحوس سمجھتے ہیں اور شوہر کو کھا جانے کا وَہمی تصوّر رکھتے ہیں۔

لڑکی کی شادی ہونے میں دیر ہو جائے تو اس کو سات کنوؤں یا سات درگاہوں کے پانی سے غسل کرایا جاتا ہے۔ چہار شنبہ کے دن کسی کا انتقال ہو جائے تو خاندان میں چار افراد کے مرنے کا وہم لیتے ہیں۔ دولہا دولہن پر سے یا بیمار انسان پر سے کالی مرغی یا کوّا نظر بد، ٹوٹکے یا صدقہ کے لیے ویسے ہی اتارا جاتا ہے جیسے غیر مسلم پوجا پاٹ میں دیوی دیوتاؤں پر سے چڑھاوے اتارتے ہیں اسی طرح روپیہ پیسہ بھی اتار کر صدقہ کرتے ہیں، کسی دھات یا پتھر کی انگوٹھی پہن کر نفع نقصان کا وہم رکھتے ہیں، آخری چہار شنبہ کو انگوٹھی پہننا اور ہریالی پر چلنا صحت ملنے کی علامت تصوّر کرتے ہیں، صفر کی ۱۳ تاریخ کو سرہانے انڈا، دال اور تیل رات بھر رَکھ کر صبح خیرات کرنا بلاؤں کو دور کرنے کا باعث سمجھتے ہیں، دوکان اور غلے پر برکت کا پڑھا ہوا روپیہ رکھ کر برکت کا تصوّر رلیتے ہیں۔ گھروں اور دوکانوں کی چوکھٹوں پر لیمبو یا ناریل، کدو، بھلاوے کا چھینکا بنا کر لگایا جاتا ہے، شادی بیاہ کے فوراً بعد یا بچہ پیدا ہونے کے فوراً بعد کاروبار کو نقصان پہنچے یا نوکری چھوٹ جائے تو عورت یا بچے کو منحوس خیال کیا جاتا ہے، اسی طرح طوطے سے فال لیا جاتا ہے یا غیر مسلموں اور جوتیشوں کو ہاتھ کی لکیریں بتلا کر فال لیا جاتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: (مفہوم) پرندوں کی بولی سے فال لینا، ان کے اڑنے سے فال لینا اور کنکریاں پھینک کر یا لکیریں کھینچ کر حال بتلانا یہ سب شیطانی کام ہیں۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ) ایک اور صحابی سے روایت ہے کہ فال نکالنا شرک ہے۔ بیماریوں میں طب کے مطابق علاج کروانا سنت ہے۔

کرامات اور معجزات سے دھوکا کھا کر بھی شرک کیا جاتا ہے

انسانوں کی یہ بہت بڑی کمزوری ہے کہ وہ جب عام معمول کے خلاف کوئی چیز یا چمتکار دیکھتے ہیں تو بہت متاثر ہو کر دھوکا بھی کھاتے اور شرک میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ مثلاً کوئی ہوا میں اڑے، پانی پر چلے، بغیر باپ کے پیدا ہو جائے یا بچپن میں بات کرے، یہ تمام باتیں انسانوں کو معمول کے خلاف نظر آتی ہیں، وہ ان باتوں پر خدائی طاقت اور خدائی کمال سمجھتے ہیں اور شرک کرتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی بنا پر خدا یا خدا کے بیٹے بنادیئے گئے، ان کے معجزات کو پڑھ کر لوگوں نے ان کو خدا بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ دین کی حقانیت کو ظاہر کرنے کیلئے پیغمبروں اور ولیوں سے کرامات وار معجزات ظاہر کرتا ہے، جس کا خود پیغمبروں اور ولیوں کو پہلے سے کوئی علم نہیں رہتا اور نہ وہ خود اپنی طاقت اور صلاحیت سے معجزات و کرامات ظاہر کر سکتے ہیں، چنانچہ حضور ﷺ سے جانوروں نے بات کی۔ درخت آپ ﷺ کو سلام کرتے تھے، کنکریوں نے آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی، یہ ساری باتیں معجزات سے تعلق رکھتی ہیں ایمان والے ان باتوں کو پیغمبر کا فعل نہیں، بلکہ اللہ کا فعل اور قدرت مانتے ہیں، اسی طرح پچھلے ولیوں اور بزرگوں کے تعلق سے بہت سارے کرامات مشہور ہیں۔ ان میں بہت سی سچی بھی ہیں اور بہت سی جھوٹی باتیں بھی ہیں تو جس طرح مشرکین عام طور پر کسی انسان میں کوئی ایسا جوہر دیکھتے ہیں یا کسی کے ہاتھ سے کوئی چمتکار دیکھتے ہیں، یا خلاف معمول کوئی کام دیکھتے ہیں جو عام انسانوں سے نہیں ہوتا تو ان کے دیوانے بن جاتے ہیں، اسے فوق البشر اور خدا بشکل انسان تصوّر کرتے ہیں، بالکل اُسی طرح

کمزور ایمان والے توحید سے ناواقف لوگ بزرگوں اور ولیوں کے مختلف صحیح غلط کرامات پڑھ کر ان سے گمراہ ہوئے اور ان سے دھوکا کھا کر ان کو خدائی مقام پر بیٹھا دیا، غیر مسلموں نے اکثر ایسے انسانوں کو خدا یا خدا کا اَوتار بنا دیا اور بے شعور مسلمانوں نے ایسے انسانوں کو خدا کے دربار کی خاص ہستی سمجھ کر ان کے مرنے کے بعد ان کی قبروں سے چمٹے رہے، ان ہی کے ذریعہ اور واسطے سے دعائیں کرنا، حاجتیں پیش کرنا سب کچھ شروع کر دیا۔ انکا یہ خیال ہے کہ عام انسانوں سے کرامتیں صادر نہیں ہوتیں، چونکہ یہ اللہ کے خاص مقرب تھے، پیارے تھے، لہٰذا اِن سے کرامتیں ظاہر ہوئیں تھیں، اس لیے مرنے کے بعد بھی ان ہی کی قبروں سے بے انتہا لگاؤ اور تعلق قائم رکھا اور ان کے ساتھ شرکیہ اعمال شروع کر دیئے، مسلمانوں میں شرک کی زیادتی کی یہ بھی ایک بڑی وجہ ہے کہ لوگ ان کے کرامتوں کے واقعات سن کر، اِن کے ساتھ شرک کرنے لگ گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردے کو زندہ کیا اور اس سے بات کی۔ کوڑھی انسانوں پر ہاتھ پھرایا تو وہ اچھے ہو گئے۔ مٹی کی چڑیا میں پھونک مارتے تو وہ جاندار بن کر اڑ جاتی، جھولے میں بات کی، بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انسان تو تھے لیکن اپنے اندر اوصاف الٰہی رکھتے تھے نعوذ باللہ۔ اس طرح کی باتوں نے انسان کو متاثر کیا اور اس نے خدا کی قدرت پر غور کرنے کے بجائے یہ سمجھا کہ انسان سے یہ سب کچھ نہیں ہو سکتا، یہ باتیں خدائی قدرت سے تعلق رکھتی ہیں، لہذا وہ خدا یا خدا کے بیٹے ہیں، مگر مومن ان تمام باتوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا اور کسی بھی مخلوق میں خدائی قدرت نہیں مانتا، حضرت عیسیٰ نہ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے تھے اور نہ اُن میں کوئی خدائی قدرت کا شائبہ تھا وہ انسان اور پیغمبر تھے، اللہ نے ان کی حقانیت کو ظاہر کرنے کیلئے ان سے معجزات کو ظاہر کیا تھا، مسلمانوں میں ولیوں اور بزرگانِ دین کے تعلق سے بہت سی کتابیں انکی کرامتوں پر گھڑی گئی ہیں۔ ان کے مریدوں نے اپنے اپنے پیروں کی روحانی قوت کو ظاہر کرنے کیلئے جھوٹی سچی کہانیاں گھڑ لی ہیں۔

شرک کی ایک وجہ اسباب سے پیدا شدہ غلط فہمی ہے

اللہ تعالیٰ دنیا کو دار الاسباب بنا کر انسانوں، اور جنوں کیلئے امتحان اور آزمائش کی جگہ بنا دیا۔ اب انسانوں اور جنوں کا یہ امتحان ہے کہ وہ اسباب کے بیچ میں زندگی گذارتے ہوئے، اسباب سے بظاہر اپنی ضرورتیں پورا ہوتا ہوا دیکھ کر، اسباب کو اصل سمجھتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کو اصل مانتے ہیں۔ مگر انسانوں کی اکثریت خدا کے نظر نہ آنے اور اسباب سے بظاہر نفع ونقصان دیکھ کر، اسباب سے بھی کامیابی و ناکامی دیکھ کر اسباب سے دھوکا کھا کر، اسباب سے بننے اور بگڑنے کا تصوّر قائم کر لیتے ہیں اور اسباب میں خدائی طاقت وخوبیاں تصوّر کرتے ہیں اور ان میں خدائی طاقت سمجھتے ہیں۔

چنانچہ انسان نے جب یہ دیکھا کہ رات دن زمین پر آندھی، طوفان، زلزلے، طغیانیاں، قحط، بیماریاں اور موت آتی رہتی ہیں۔ نیز نفع ونقصان، خوشی اور غم اور تکالیف پیش آتی رہتی ہیں تو اس نے زمین کی' نباتات کی' حیوانات کی' دریاؤں اور سمندروں کی، سورج اور سیاروں کی، پہاڑوں کی، دوکان اور مکان کی، مشینوں اور اوزاروں کی بیماریوں کی اور انسانوں کی وغیرہ وغیرہ پوجا شروع کر دی۔ غرض ہر اس چیز کی جس سے انسانوں کو فائدہ ہوتا ہوا نظر آتا اور ہر اس چیز کی جس سے نقصان ہوتا ہوا نظر آیا اس میں خدائی اوصاف سمجھ کر ان کی پوجا اور پرستش شروع کر دی اور اسباب ہی سے پلنے اور پرورش پانے کا تصوّر قائم کر لیا اور اسباب ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے اور خدا کے بجائے اسباب سے اپنا تعلق جوڑ لیا۔ چنانچہ کسی نے زمین سے پیداوار نکلتی دیکھ کر اور زلزلے آتے ہوئے دیکھ کر زمین کو دھرتی ماتا مان کر اس کی پوجا کرنا ضروری سمجھا۔ کسی نے سورج کی تیزی، غضب اور اس کی روشنی گرمی اور حرارت کو دیکھ کر اس کی پرستش شروع کر دی اور اس کو ایک دیوتا مان لیا۔ کسی نے ہر چیز میں آگ اور گرمی کا تصوّر لے کر آگ کی پرستش شروع کر دی اور یہ تصوّر قائم کر لیا کہ آگ (گرمی) ہی کی وجہ سے ہر جاندار کے جسم میں جان رہتی ہے وہ اگر نکل جائے تو موت واقع

ہوجاتی ہے، کسی نے دریاؤں کے تلاطم اور روانی اور تیزی اور سمندروں کی غضبناک اور خطرناک کیفیت دیکھ کر دریاؤں اور سمندروں کی پوجا اور پرستش شروع کردی۔ دولت سے ضرورتیں پوری ہوتی دیکھ کراور دولت سے عزت، خوشحالی اور عیش وآرام دیکھ کراور دولت سے ملنے کا تصوّر لے کرانسان نے دولت کی پرستش شروع کردی اوراس کولکشمی دیوی کا تصوّر دے دیا۔ کارخانوں فیاکٹریوں والے مشینوں کے ذریعہ اور مزدوراپنے اوزاروں کے ذریعہ روزگار کے ملنے کا تصوّر لے کر مشینوں اوراوزاروں کی پوجا اور پرستش کرتے ہیں، بیماریوں سے نقصان اور موت ہوتی ہوئی دیکھ کر بیماریوں کو ماتا سمجھ کران کی پوجا کی جاتی ہے، درختوں سے نفع ہوتا ہوا دیکھ کردرختوں کی پرستش شروع کردی اور نیم، پیپل، تلسی کے درختوں اور پودوں کو مقدس مانا جاتا ہےاوران کی پوجا کی جاتی ہے، کیلا اور آم اور ناریل کے پتوں کو پوجاپاٹ میں استعمال کیا جاتا ہے، اسی طرح جانوروں میں شراور خیر کودیکھ کرجانوروں کی پرستش کی جاتی ہے، چنانچہ گائے کی پوجاقدیم زمانے سے انسانوں میں رائج تھی اورآج بھی اس کو ماتا کے نام سے مانا جاتا ہے، اس کے ذبح کرنے پر گوہتیا کہہ کر گناہ کا تصوّر لیا جاتا ہے، اس کے پیشاب کو مقدس مان کر مختلف چیزوں پر چھڑکاؤ کرنا باعث برکت تصوّر کیا جاتا ہے، اُسی طرح سانپ سے خوف کھا کرایک دن مقرر کرکے سانپ کو دودھ پلایا جاتا ہےاور سانپ کے رہنے کی جگہوں کی پوجا کی جاتی ہے، اس کو مارنا بُرا تصوّر کیا جاتا ہے اس کو بھی دیوتا مانا جاتا ہے، پہاڑوں کی بلندیوں، اونچائی اور پھیلاؤ کو دیکھ کر اور ان سے نکلنے والے دریاؤں کومقدس مانا جاتا ہے اور پہاڑوں کی اوراُن سے نکلنے والے دریاؤں کی پوجاپرستش کی جاتی ہے اوران کے پانی کومقدس مانا جاتا ہے اوراس میں اشنان کرنے اورغوطہ لگانے کو گناہوں سے پاک ہونا تصوّر کیا جاتا ہے جن سواریوں پر سفر کیا جاتا ہے ان کی بھی پوجا کی جاتی ہے۔ کسی گاڑی سے اکسیڈنٹ ہوجائے تو اُسے منحوس سمجھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کے نمبرات کومنحوس اور نامبارک سمجھا جاتا ہے۔ برج اور پل کی بھی پوجا کی جاتی ہے اسی طرح ڈاکٹر کے علاج سے زیادہ ڈاکٹرکوہی اصل سمجھتے ہیں یہاں تک کہ انسانی جسم کے

ناقابل ذکر حصوں کا بھی فوٹو بنا کر پرستش کی جاتی ہےاور بعض انسانوں میں اعلیٰ اخلاق وکمالات وخوبیاں دیکھ کرتو ان انسانوں کو دیوتا مانا جاتا ہے۔ دنوں، مہینوں، تاریخوں اور وقت کومبارک یا منحوس سمجھا جاتا ہے۔ بعض عورتوں کو منحوس سمجھا جاتا ہے۔ گھر اور زمین کو منحوس مانا جاتا ہے۔ گاہکوں اور چیزوں سے اچھایا بُرا شگون لیا جاتا ہے، ہاتھ کی لکیروں سے تقدیریں بتائی جاتی ہیں اوراس پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ غرض حقیقی توحید نہ ہونے یا کمزور ہونے اور ماحول میں شرک کا غلبہ ہونے کی وجہ سے درمیانی واسطوں اور وسیلوں سے بننے اور بگڑنے کا تصوّر لے کران سے ویسا ہی عقیدہ رکھا جاتا ہے جیسا عقیدہ خدا سے رکھنا چاہئے اور اُن کو قابل پرستش سمجھا جاتا ہے۔

اسباب کی حقیقت کو سمجھنے کا آسان طریقہ

ہمارے گھروں میں حکومت کے پاور ہاوز سے بجلی آتی ہے، تو بجلی پہلے گلی کے کھمبوں کے تاروں میں آتی ہے، پھر ہمارے گھروں کے میٹروں میں آتی ہےاور میٹر سے مختلف کھٹکوں میں آتی ہے اور کھٹکوں سے بلب میں آتی ہے اب ذرا سوچئے کہ اگر کوئی انسان بلب پر پھول چڑھائے اسکوسجدہ کرے اور کہے کہ بلب مجھے روشنی دے رہا ہے۔ اُسی کی وجہ سے میرا کمرہ روشن ہے‘ تو اس انسان کو ہم عقلمند نہیں کہیں گے۔ یہ بات اور عمل بیوقوفی کے ہوں گے۔ اسی طرح حکومت کی طرف سے فلٹر ہوز کے ذریعہ گھروں کے نلوں کی ٹوٹی سے پانی آتا ہے، اب اگر کوئی انسان ٹوٹی پر پھول چڑھائے اوراس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر ٹھہرا رہے اور کہے کہ ٹوٹی ہی سے مجھے پانی مل رہا ہے تو یہ بات اور عمل بھی غلط اور بیوقوفی کا ہوگا۔ جو انسان توحید سے واقف نہیں رہتا اور ایمان سے کمزور ہوتا ہے وہ اسی طرح درمیانی واسطوں کو اصل سمجھتا ہے اور درمیانی واسطوں اور وسیلوں سے بننے اور بگڑنے کا تصوّر رکھتا ہے۔

دنیا کی کسی چیز میں بھی خدائی صفات نہیں

خدا کے علاوہ کائنات میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب مخلوق ہیں اور کائنات کا حصہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور غلام ہیں اور اُن میں جو بھی خوبی اور کمال ہے وہ ان کا اپنا ذاتی کمال نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور دین ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہی کے حکم پر اپنا اثر دکھاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مجبور محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کی آزمائش اور امتحان کی خاطر بظاہر اُن سے نفع ونقصان رکھا ہے۔ ورنہ اُن میں اپنا کوئی ذاتی کمال اور خوبی نہیں اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ومشیت کے بغیر کچھ کر سکتی ہیں۔ ساری کائنات میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی خدائی نہیں چلتی۔ مگر جو انسان پیغمبروں کی تعلیمات سے منہ موڑ کر شیطان کی گرفت میں آجاتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنے کے بجائے چیزوں اور اسباب کو اصل سمجھتے ہیں اور اسباب میں بھی خدائی اوصاف مانتے ہیں یہ انسان کی گمراہی ہے۔

نفع ونقصان پہنچانے میں اسباب اصل نہیں محل ہیں

ایک ایمان والا آدمی پیغمبر کی تعلیمات کے مطابق توحید باری تعالیٰ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہی کو مطلق مالک کائنات مانتا ہے اور وہ یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ کائنات میں ہر حرکت، ہر کام اللہ تعالیٰ ہی کے حکم اور مشیت سے ہو رہا ہے۔ کوئی پتہ بھی اس کے حکم کے بغیر نہیں ہل سکتا۔ ایسا نہیں کہ فلاں کام فلاں مخلوق نے کیا‘ مثلاً سانپ نے کاٹا اس لیے فلاں انسان مر گیا۔ فلاں کھیت کی زمین بہت اچھی ہے اس لیے وہاں غلہ بہت آتا ہے۔ فلاں جانور بہت صحت مند ہے اس لیے دودھ اور انڈے بہت مل رہے ہیں۔ فلاں دوا بہت اچھی ہے اس لیے بیماریاں دور ہو رہی ہیں۔ ایسا ایک ایمان والا انسان نہیں کہتا۔ ایسا سوچنا اور کہنا بالکل غلط ہے اور یہ قاعدہ اور اصول ہی صحیح نہیں کہ جہاں سے نفع ہو وہ نفع خود دے رہا ہے

اور جہاں سے نقصان ہو وہ نقصان خود پہنچا رہا ہے۔ مومن یہ سوچتا اور کہتا ہے کہ سارے کمالات اللہ تعالیٰ میں ہیں اُسی کے حکم اور مرضی سے ہر چیز ہو رہی ہے۔ جس طرح ٹوٹی پانی کے ظاہر ہونے کا محل تو ہے اصل نہیں اور بلب روشنی کے ظاہر ہونے کا محل ہے اصل نہیں۔ اسی طرح سورج، چاند، ہوا، پانی، زمین، نباتات، جمادات، حیوانات، دوائیں، غذائیں، روپیہ پیسہ نفع ونقصان کے ظاہر ہونے کے محل ہیں اصل نہیں۔ اصل تو وہ ہے جہاں سے ان پر حکم نافذ ہوتا ہے۔

انسان کو عقل وفہم استعمال کر کے غور کرنا چاہئے کہ جب وہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اس وقت انسان کو نفع ونقصان کون پہنچاتا ہے۔ کون وہاں اس کی تمام ضرورتوں کو پورا فرماتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی پہنچاتا اور پرورش کرتا ہے، لیکن وہی انسان جب دنیا میں آتا ہے، تو چیزوں پر نگاہ جما لیتا ہے۔ ماں کے پیٹ میں نہ انسان کے پاس کوئی تعلیم تھی، نہ ڈگری اور نہ ہنر تھا، نہ وہاں دوا اور علاج کیا جا سکتا تھا۔ نہ اس کے پاس روپیہ پیسہ تھا۔ مگر وہ نو مہینے تک پرورش پا کر دنیا میں آتا ہے اور آ کر اسباب پر نگاہ جما لیتا ہے اور خدا کو بھول جاتا ہے۔ دنیا میں نفع ونقصان تو آزمائش کیلئے رکھا گیا جو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت کے تحت ہوتا ہے۔ مومن توحید باری تعالیٰ کی وجہ سے یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی میں ہر چیز کے ڈبونے کا مزاج رکھا ہے مگر جب اللہ کا حکم ہوتا ہے تو وہی پانی اپنے اندر جانوروں اور بڑے بڑے وزنی جہازوں کو پھول کی طرح سنبھالتا ہے۔ اللہ نے ہوا میں ہر معمولی ہلکی چیز کو گرانے کا مزاج رکھا ہے زمین کی قوت کشش کی وجہ سے ہوا ہر چیز کو نیچے پھینک دیتی ہے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے تو بڑے بڑے وزنی جہاز اور پانی سے بھرے ہوئے بادل اور پرندوں کو ہوا سنبھالے رکھتی اور اڑائے پھرتی ہے جانوروں میں ہر جانور انسان کی فرمانبرداری اور باربرداری نہیں کرتا صرف وہی جانور انسانوں کی فرمانبرداری اور باربرداری کرتے ہیں جن کو اللہ نے حکم دے رکھا ہے۔ انسان دودھ اور انڈے ہر جانور سے

لے نہیں سکتا۔ دواؤں میں ایک ہی دوا کئی مریضوں کو دی جاتی ہے مگر دوا اُن ہی پر کام کرتی ہے جن کو اللہ نے زندگی کی مہلت دی ہے۔ جن کا وقت قریب آجاتا ہے دوا کو حکم نہیں ملتا جس کی وجہ سے ان انسانوں کی موت واقع ہوجاتی ہے۔ بادلوں سے بارش تب ہی برستی ہے جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے۔ ورنہ بادل آکر چلے جاتے ہیں۔ سمندروں میں طوفان اُسی وقت آتا ہے جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے۔ زمین میں زلزلہ اُسی وقت آتا ہے جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے۔ اس لیے یہ بات سچ اور حق ہے کہ کائنات کی کوئی چیز اپنی مرضی سے حرکت نہیں کرسکتی اور نہ کسی میں اپنی طرف سے نفع ونقصان کی صلاحیت ہے۔

کائنات کی پرورش کرنے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں

بظاہر ماں باپ اپنی اولاد کی اور بادشاہ اپنی رعایا کی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔ مگر انسان ہر ضرورت کو پورا نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا اور دین اور مدد پر پوری کرسکتا ہے ان کی پرورش ناقص اور محدود ہوتی ہے۔ اگر ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی چیز نہ ملے تو وہ پرورش کرنے میں مجبور ومحتاج ہوجاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی پرورش ایسی نہیں وہ پرورش کرنے میں کسی کا محتاج اور مجبور نہیں۔ بغیر کسی مدد کے وہ کامل پرورش کرتا ہے۔ انسان ناقص اور محتاجی کے ساتھ پرورش کرتا ہے۔ اس لیے انسان کی پرورش اور اللہ کی پرورش میں کوئی مماثلت ہی نہیں۔ اس کے باوجود انسان اپنی ضروریات وحاجات کو گذرے ہوئے انسانوں کی قبروں پر پیش کرتے ہیں۔ غیر مسلم بتوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور بے شعور اور کمزور ایمان والے، وَلیوں اور بزرگوں کی قبروں پر پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ دونوں ہی مدد کرنے سے مجبور ہوتے ہیں۔ انسان کا یہ عمل اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوقات کو بھی رب مانتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت میں شریک کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صفات کا شرک ہے۔

اللہ کی صفتِ رحم میں بھی کوئی شریک نہیں

اللہ کی صفت رحم اور انسان کی صفت رحم میں بھی کوئی یکسانیت نہیں۔ انسان کا رحم کرنا مطلب اور غرض کے تحت ہوتا ہے یا تو ممتا یا لالچ یا نام ونمود اور دکھاوے یا نفسانی خواہش یا کوئی غرض یا بدلے کی خاطر ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا رحم بغیر کسی مطلب اور غرض کے ہوتا ہے۔ وہ فرمانبرداروں پر بھی اور نافرمانوں پر دونوں پر رحم کرتا ہے اور وہ بغیر کسی واسطے اور اسباب کے سمندر کی تہہ اور زمین کی گہرائیوں اور آسمانوں کی بلندیوں پر آہستہ آہستہ دلوں میں پکارنے والوں کی پکار سنتا اور ان پر رحم کرتا ہے مگر اس کے باوجود بے شعور مسلمان گذرے ہوئے وَلیوں اور بزرگوں کو اللہ کی طرح پکارتے اور ان سے اشعار اور دعاؤں میں رحم کی درخواست کرتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ طاقت نہیں دی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت غضب میں اور مخلوق کی صفت غضب میں کوئی مشابہت نہیں استوا علی العرش بھی اس کیلئے ثابت ہے مگر وہ دنیوی بادشاہوں کے استواء کی مانند نہیں اس کی شان کے مطابق استوا علی العرش ہے اس کو نہ ہم سمجھ سکتے اور نہ سمجھا سکتے ہیں یہ متشابہات میں سے ہے۔

سمیع، بصیر، علیم وخبیر بھی اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے

انسان کی سماعت، بصارت اور علم میں اور اللہ تعالیٰ کی سماعت وبصارت اور علم میں کوئی یکسانیت ہی نہیں مثلاً صفت علیم پر غور کیجئے انسان بھی علم رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی علم رکھتا ہے۔ مگر انسان کا علم اس کا اپنا ذاتی نہیں اللہ تعالیٰ کا عطائی محدود اور وقتی ہوتا ہے۔ اللہ کا علم اس کا اپنا ذاتی اور لامحدود اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہے۔ انسان کے علم کی مثال تو بس اتنی ہے جیسے سمندروں کے پانی میں سے چڑیا اپنی چونچ میں جتنا پانی لے لے، اسی لیے انسان کے علم اور اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی یکسانیت اور برابری نہیں۔ یہی حال انسان کی

سماعت وبصارت کا ہے۔ اسکے باوجود جاہل لوگ ولیوں اور بزرگوں کو جو ہزاروں میل دور مدفن ہوتے ہیں زماں ومکاں کی قید سے آزاد سمجھ کران کو سمیع، بصیر، علم وخبر رکھنے والا سمجھتے ہیں اوراللہ کی طرح پکارتے ہیں۔

غیراللہ کو عالم الغیب ماننا شرک ہے

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ''عالم الغیب والشہادۃ'' ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی اکیلا کائنات کی ابتداء سے انتہاء تک ہر ظاہر اور پوشیدہ شئے کا علم رکھنے والا ہے کسی مخلوق میں یہ صفت نہیں۔ اگر کسی مخلوق کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ بھی عالم الغیب ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں شرک ہوگا۔ یعنی خدا کے ساتھ جو اوصاف مخصوص ہیں وہ اگر غیر اللہ میں تسلیم کئے جائیں تو ان کو خدا کا ہمسر اور شریک ٹھہرانا ہے۔ علم غیب کے تعلق سے اکثر اہل مذاہب کا اعتقاد تھا اور اب بھی ہے کہ ان کے نبیوں، صوفیوں، ولیوں، بزرگوں، کاہنوں اور وقت کے جادوگروں کو علم غیب ہوتا ہے۔ بنی اسرائیل کے زمانے میں کاہنوں کا یہی کام تھا کہ وہ آئندہ کی پیشین گوئیاں کرتے تھے۔ عرب میں بھی کاہنوں کا یہی پیشہ تھا کہ وہ مختلف طریقوں سے پیشین گوئی کرتے تھے۔ کبھی فال سے، کبھی پانسے پھینک کر، کبھی جنات اور شیطان کے ذریعہ غیب کا حال بتاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی ذات میں یکتا اور تنہا ہے اسی طرح صفات میں بھی یکتا اور تنہا اور بے مثل ہے۔ اس کی قدرت میں کوئی دوسرا شریک ہی نہیں چنانچہ اللہ عالم الغیب وشہادۃ ہے یعنی وہ کائنات کے ہر ظاہر وپوشیدہ چیز کو جانتا ہے اور کائنات کی ابتداء سے آخر تک کا علم رکھتا ہے کوئی چیز اس کیلئے ماضی، حال، مستقبل، حاضر اور غائب کا سوال ہی نہیں رکھتی۔ وہ سمندروں کی تہوں، آسمانوں کی بلندیوں، خلاؤں، زمین کے اندر اور باہر ہر جگہ کا علم رکھتا ہے۔ کسی مخلوق میں یہ صفت نہیں۔ اگر کسی مخلوق کو بھی عالم الغیب والشہادۃ کہا جائے تو توحید صفات میں شریک ٹھہرانا ہے۔ صفات باری تعالیٰ سے صحیح طور سے واقف

نہ ہونے کی وجہ سے دوسری قوموں کے ساتھ ساتھ مسلمان بھی شرک فی الصفات کے جرم کا ارتکاب کئے بغیر نہ رہ سکے۔ علم غیب کے تعلق سے قرآن مجید نے صاف طور پر بیان کیا ہے کہ

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (نمل:۶۵)

ترجمہ : کہہ دو کہ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں وہ غیب کا علم نہیں رکھتے بجز اللہ کے۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ (انعام:۵۹)

ترجمہ : اور اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

قرآن مجید کی اس تعلیم سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ علم غیب سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو حاصل نہیں۔ حتیٰ کہ انبیاء ورُسل بھی اس صفت سے محروم تھے انھیں بھی غیب کی باتوں میں بس اُتنا ہی معلوم تھا جتنا کہ خود اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا تھا۔ اسکے باوجود مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد حضور ﷺ کو عالم الغیب (غیب جاننے والے) مانتی ہے۔ جبکہ حضور ﷺ کے تعلق سے حکم دیا گیا کہ وہ کہہ دیں کہ وہ علم غیب نہیں رکھتے۔

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ

ترجمہ : اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کبھی کوئی تکلیف مجھ کو نہ پہنچتی۔
(اعراف:۱۸۸)

اس لیے ہمیں حضور اکرم ﷺ کے تعلق سے یہ کہنا چاہئے کہ آپ علم غیب اُتنا ہی جانتے تھے جتنا اللہ تعالیٰ نے بتلایا۔ اسکے خلاف حضور ﷺ کو علم غیب کی صفت والا ماننا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک فی الصفات کا ارتکاب کرنا ہے۔

بعض صفاتی نام ایسے ہیں جو انسانی صفاتی ناموں سے لفظی اشتراک رکھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی صفات میں اور انسانی صفات میں کوئی یکسانیت، برابری اور مماثلت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے اسماء وصفات اور اپنے کاموں کو کھلے طور پر بتلا دیا ہے۔ جس سے انسان اس کی عظمت اور کمال اس کے جلال اور جمال کا حال معلوم کر سکتا ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتلا دیا کہ اسکے مثل اور مثال کوئی چیز نہیں۔ اس لیے لفظی اشتراک سے

انسان دھوکا نہ کھا کر مخلوقات سے تشبیہ نہ دے۔ غیر مسلم قومیں صفات باری تعالیٰ کی حقیقت سے صحیح طور پر واقف نہیں اسی لئے انہوں نے خالق کائنات کو ہر زمانے میں بالکل ایک انسان نما ذات وصفات والی ہستی بنادیا۔ کہ وہ انسانی بادشاہوں کی طرح تخت پر بیٹھا ہوا ہے ہر آن اس کے ماننے والوں کی ایک جماعت اس کے دربار میں آتی، سلامی دیتی، سجدہ کرتی اور اس کی بڑائی وتعریف کرتی ہے اور وہ انسانی بادشاہ کی طرح غصہ اور جلال دکھاتا، ذرا ذرا سی بات پر ناراض ہوتا اور پھر چڑھاوے چڑھانے کے بعد وہ خوش بھی ہو جاتا ہے۔ جب غضبناک ہوتا ہے تو انتقام کے جوش میں پوری آبادی کو تہس نہس کر ڈالتا ہے اور جب خوش ہوتا ہے تو انعام واکرام سے نوازتا ہے۔ حتیٰ کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کیلئے سولی پر چڑھا دیا اور انسانوں جیسی خواہش رکھ کر انسانوں کی طرح شادی کرتا اور ایک دو نہیں سینکڑوں بیویاں رکھتا ہے۔ غرض وہ تمام کام کرتا ہے جو ایک انسان جوش اور غضب اور عالم خوشی اور مسرت میں کرتا ہے۔

چنانچہ دوسری قومیں تو دوسری قومیں توحید کا دعویٰ کرنے والے مسلمان بھی شرک فی الصفات کی غلطی اور ارتکاب سے بچ نہ سکے اور افراط وتفریط کا شکار ہو گئے اور جس طرح دوسری قومیں اولاد، روزی، صحت تندرستی، مشکلات سے چھٹکارا وغیرہ کے لیے علیحدہ علیحدہ دیوی دیوتاؤں کے عبادت خانے بنالئے اور وہاں خدائے بزرگ کو چھوڑ کر ان کو پکارتے ان سے مدد مانگتے بالکل اُسی طرح مسلمان ایمان والے ہونے کے باوجود بزرگانِ دین اور ولیوں کے مزاروں اور درگاہوں پر ان تمام کاموں کیلئے جا جا کر دعائیں کرتے اور ان کو بھی اولاد دینے والا، روزی دینے والا، شفا دینے والا سمجھ کر کسی کو مشکل کشا بنادیا کسی کو بندہ نواز؟ کسی کو حاجت روا اور کسی کو غیب کا علم رکھنے والا اور کسی کو شفاعت کرانے والا سمجھتے ہیں۔ یہ دراصل شرک فی الصفات ہے اس سے ایمان خالص نہیں رہتا اور انسان ایمان سے نکل جاتا ہے اسلیے مسلمانوں کو کلمہ پڑھنے سے پہلے اس شرک سے توبہ کرنا چاہئے اور اولاد

صحت وتندرستی، نوکری، تجارت اور پریشانیوں کو دفع کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ ہی سے رجوع ہونا عین ایمان ہے اسی سے ایمان باقی اور سلامت رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی معرفت اور پہچان کروانے کیلئے انسانوں کو اپنی صفات کا علم عطا فرمایا تاکہ بندہ اس کو صحیح پہچانے اور مانے اور بندے اپنی ضرورتوں اور حاجتوں میں اُسی کی طرف رجوع ہوتے رہیں۔ مثلاً بندوں کو گناہوں پر معافی مانگنا ہو تو اللہ ہی کو وہ اگر توبہ قبول کرنے والا سمجھتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ ہی سے رجوع ہو کر توبہ کریں گے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ان بندوں کے پاس اللہ کی معرفت ہے اگر بندے کو کوئی حاجت اور ضرورت پیش آجائے اور وہ اللہ ہی کو اپنی حاجتیں اور ضرورتیں پوری کرنے والا جانتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع ہوگا اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کو رب جان کر معرفت رکھتا ہے اسی طرح رزق کی ضرورت پڑے اور وہ اللہ کی معرفت رزّاق کی حیثیت رکھتا ہے تو اللہ ہی کی طرف رجوع ہو کر رزق مانگے گا۔ اگر کوئی بندہ اللہ کو مانتا ہے مگر پہچانتا نہیں اور اللہ کے علاوہ ولیوں، بزرگوں، بتوں کی طرف بھی رجوع ہو کر غیر اللہ کو مشکل کشا، حاجت رَوا، عالم الغیب، شفا دینے والا، فریاد رسی کرنے والا سمجھ کر اپنی حاجتوں اور ضرورتوں میں غیر اللہ کی طرف رجوع ہو تو یہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت نہیں ہے۔

کسی کا یہ کہنا کہ فلاں ڈاکٹر نے میری بیماری دور کر دی تو اصل میں معنیٰ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شافی نہیں ہے بلکہ ڈاکٹر شافی ہے۔ کوئی یہ کہے کہ فلاں بزرگ کی عنایت سے مجھے روزگار مل گیا تو حقیقت میں یہ کہنا ہے کہ رزّاق اللہ نہیں وہ بزرگ ہیں۔ فلاں درگاہ سے میری مراد پوری ہوگی گویا یہ کہنا ہے کہ دنیا میں حکم اللہ کا نہیں بلکہ بزرگ کا چل رہا ہے۔ غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارنا گویا اللہ کو صاحبِ اقتدار واختیار والا نہ سمجھنا ہے۔ انسانوں کی ایک کثیر تعداد اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ساتھ صفات میں بھی مخلوقات کو شریک ٹھہراتی ہے۔

ایمان والے کے نزدیک چیزوں کی اہمیت نہیں
رسول اللہ ﷺ کی اتباع اصل ہے

حضرت عابس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا۔ وہ حجر اسود کو کہہ رہے تھے کہ اے پتھر! میں خوب جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اگر میں نے حضور ﷺ کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں ہرگز تجھے چومتا نہ تھا۔ (بخاری مسلم)

ذرا غور کیجئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول وعمل میں بڑا زبردست توحید کا سبق ہے وہ ایمان والوں کو پتھر کی اہمیت کے بجائے رسول ﷺ کی اتباع اور پیروی کی تعلیم دے رہے ہیں اور بوسہ دینے میں پتھر کی خاطر نہیں بلکہ پیغمبر کی اِتباع کی اہمیت کو جتلا رہے ہیں تا کہ ایمان والے پتھر کو اصل نہ سمجھیں بلکہ رسول کی اتباع اور طریقے پر نگاہ رکھیں۔ حالانکہ حجر اسود کتنا ہی متبرک ہے نہ معلوم کتنے صحابہ رضی اللہ عنہ اور اللہ والوں نے اپنے اپنے زمانے میں اسے بوسہ دیا ہوگا۔ اس کے باوجود ایک مومن کے لیے وہ ایک پتھر ہی ہے ایسا پتھر جس میں نہ نفع پہنچانے کی کوئی طاقت ہے، نہ نقصان پہچانے کی اور ایک مومن کے لیے اس کے چومنے میں اس کے سوا کوئی کشش نہیں کہ حضور ﷺ نے اس کا بوسہ لیا ہے اور مومن محض آپ ﷺ کی اِتباع میں اسے بوسہ دیتا ہے۔ توحید اس وقت تک توحید نہیں، جب تک انسان شرک کی کامل نفی کر کے اس سے واقعی بیزار نہ ہو جائے۔ توحید کا تقاضا ہے کہ انسان ہر عمل محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے حضور ﷺ کی اِتباع میں کرے۔ اسلام مومن کو ایک سکنڈ کیلئے بھی اللہ کی طرف سے ہٹانا نہیں چاہتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ کچھ لوگ اس درخت کے پاس آکر بڑی ہی عقیدت کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں جس کے نیچے حضور ﷺ نے اپنے صحابہ سے بیعت لی تھی۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصہ ہوئے اور اسی وقت حکم دیا کہ اس درخت کو فوراً کاٹ دیا جائے۔

شرک فی العبادات

اللہ تعالیٰ کے حقوق اور عبادات میں شرک، اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور عبادت کی جو خاص شکلیں اور طریقے ہیں انھیں مخلوق کے لئے انجام دینا بھی شرک ہے۔

(۱) اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ، ترجمہ: اللہ ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (سورہ نساء)

(۲) اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَھُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الۡاَمۡنُ وَھُمۡ مُّھۡتَدُوۡنَ

ترجمہ: جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے بچاتے رہے ان لوگوں کیلئے ہی امن ہوگا اور وہی راہ راست پر ہیں۔ (الانعام:۸۲)

(۳) یَآاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡمُشۡرِکُوۡنَ نَجَسٌ

ترجمہ: اے ایمان والو! مشرکین ناپاک ہیں۔ (سورہ توبہ:۲۸)

(۴) اِنَّ الشِّرۡکَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ . ترجمہ: بے شک شرک ظلم عظیم ہے۔ (سورہ لقمان:۱۳)

اللہ تعالیٰ کے حقوق میں شرک کی سب سے بڑی شکل یہ ہے کہ عبادت کے وہ تمام اقسام جو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ادا کئے جاتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص ہیں، ان کو مخلوقات کے لیے بھی کرنا عبادت میں شرک ہے۔ مثلاً نماز، روزہ، حج، طواف، سجدہ، رکوع، نذر و نیاز، اعتکاف، قربانی، خوف، رجاء، رغبت، خشیت، توکل استغاثہ، دعا، امید، اطاعت، محبت، جان بوجھ کر تعظیم کیلئے غیر اللہ کی قسم کھانا وغیرہ۔ لیکن کفار اور مشرکین بتوں اور پیشوان مذہب کو سجدہ اور رکوع بھی کیا کرتے تھے اور رکوع کی حالت میں ٹھہر کر اپنے بادشاہوں اور امراء کا ادب و تعظیم اور استقبال بھی کیا کرتے تھے اور انکو سلامی دیتے تھے ویسے پچھلے زمانوں میں سجدہ کرنا اور رکوع کے برابر جھک جھک کر سلاطین اور بادشاہوں کے سامنے ٹھہرنا عام رواج تھا ورنہ بے ادبی سمجھی جاتی تھی۔ بنی اسرائیل میں سجدہ تعظیمی یا سجدۂ محبت جائز تھا۔

بزرگوں کے ساتھ غلو شخصیت پرستی ہے۔

انسانوں میں شرک پیدا ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ صالحین کی محبت میں اندھے ہو کر غلو کرتے ہیں اور یہ غلو اُن سے حق و باطل کی تمیز کو مٹا دیتا ہے۔ غلو کہتے ہیں عقیدہ اور عمل میں کسی کی تعظیم میں مبالغہ اور زیادتی کرنا۔ انسانوں کی یہ ایک بہت بڑی کمزوری ہے کہ وہ اپنی وفاداری کا اظہار کرنے کیلئے انسانوں کے ساتھ ادب اور تعظیم کے وہ طریقے اختیار کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور عبادت کے لئے خاص ہیں۔ چنانچہ جیسا اوپر بیان کیا گیا کہ پچھلے زمانوں میں لوگ اپنے امراء اور بادشاہوں کے آگے سجدہ اور رکوع کرتے تھے اور ان کی تعریف میں ایسے کلمات نظم و نثر میں استعمال کرتے تھے جس سے خدا اور بندے میں فرق باقی نہیں رہتا، بادشاہوں کو خدا کا مرتبہ دے دیا جاتا اور خدا کے برابر کر دیا جاتا۔ نظم و نثر کی یہ مبالغہ آرائی ہر زمانے میں کی گئی۔ لوگ پیغمبروں ولیوں، بزرگوں کے ساتھ بھی غلو کر کے خدا اور بندے میں یکسانیت پیدا کرتے، خدا اور بندے کے فرق کو مٹا دیتے ہیں۔ اسلام نے انسانوں کو غلو کرنے سے روکا۔

چنانچہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ غلو کیا اور ان کو ان کے مقام سے آگے بڑھا دیا اور حد سے تجاوز کر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے (سورۃ النساء:۱۷۱) میں ان کی اس گمراہی کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے :

"اے اہل کتاب تم اپنے دین میں حد سے مت نکلو اور اللہ تعالیٰ کی شان میں غلط بات مت کہو۔ مسیح عیسیٰ علیہ السلام بن مریم تو اور کچھ بھی نہیں البتہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اس کے ایک کلمہ ہیں جس کو اللہ نے مریم تک پہنچایا تھا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک جان ہیں"

نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اور یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کے ساتھ غلو کیا اور ان کو ان کے مقام اور مرتبے سے آگے بڑھا کر خدا کا بیٹا بنا دیا۔ قرآنِ مجید میں نصاریٰ کو اللہ تعالیٰ ان کے غلو کو سمجھا کر امت محمدیہ ﷺ کو بھی یہ تعلیم دی کہ

وہ بھی اپنے آپ کو غلو کرنے سے بچائیں اور یہود و نصاریٰ کی طرح حد سے آگے نہ نکلیں۔ غلو کا دوسرا نام شخصیت پرستی بھی ہے۔ شخصیت پرستی اور یادگار پرستی تقریباً دونوں قریب قریب ہیں۔ حضور ﷺ ہمیشہ اور ہر موقع پر لوگوں کی تربیت فرماتے اور لوگوں پر نظر رکھتے اور لوگوں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ وہ آپ کی تعریف، احترام اور ادب میں حد سے تجاوز کریں۔ نہ باتوں میں اور نہ عمل میں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے خاص طور پر تاکید فرمائی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مجھے اس طرح حد سے آگے مت بڑھاؤ، جس طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بڑھایا، میں تو اللہ کا ایک بندہ ہوں۔ لہٰذا مجھے اللہ کا ایک بندہ اور اس کا رسول کہو۔ (بخاری ومسلم) یعنی آپ ﷺ نے کھلے طور پر یہ تعلیم دی کہ میں اللہ کا ایک بندہ ہوں، اللہ نے مجھے رسول کا مقام عطا فرمایا، مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت میں شریک کر کے خدا جیسا نہ بناؤ۔ مجھے وہی درجہ دو جو خدا نے دیا ہے اور اسی مقام پر رکھو جو خدا نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ حضور ﷺ ہمیشہ لوگوں کو یہ تاکید اور تلقین فرماتے تھے کہ لوگ حد سے زیادہ مدح نہ کریں۔ بنو عامر کا وفد جب حضور ﷺ کی خدمت میں آیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ہمارے سیّد (آقا) ہیں حضور ﷺ نے فرمایا سیّد خدا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ہم سب سے افضل اور سب سے برتر ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اچھا یہ کہو لیکن یاد رکھو کہ شیطان تم کو کہیں بہکا نہ دے۔ (بخاری)

ایک مرتبہ ایک شخص ان الفاظ میں آپ سے مخاطب ہوا کہ اے ہمارے آقا اور ہمارے آقا کے فرزند اور اے ہم میں سب سے بہتر اور سب سے بہتر کے فرزند آپ ﷺ نے فرمایا۔ لوگو! پرہیزگاری اختیار کرو۔ شیطان تمھیں گرا نہ دے۔ میں عبداللہ کا بیٹا محمد ہوں، خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں مجھ کو خدا نے جو مرتبہ بخشتا ہے مجھے پسند نہیں کہ تم مجھے اس سے زیادہ بڑھاؤ۔ (مسند ابن حنبل)

ایک مرتبہ ایک محفل میں حضور ﷺ موجود تھے انصار کی چند لڑکیاں گیت گا رہی تھیں گاتے گاتے انھوں نے یہ الفاظ کہے کہ "ہم میں ایک ایسا پیغمبر ہے جو کل کی بات جانتا ہے۔" حضور ﷺ نے یہ الفاظ سنتے ہی منع فرمایا کہ یہ نہ کہو بلکہ وہی کہو جو پہلے گا رہی تھیں۔

موجودہ زمانے میں دین سب کچھ اکابر پرستی بن گیا ہے اور انسانوں کی ساری توجہ کا مرکز اپنے اپنے بزرگ بن گئے ہیں ان کی توجہ خدا پر جیسی ہونی چاہیئے ویسی نہیں۔ خدا کا کلام ان کے پاس صرف الفاظ کی تلاوت کیلئے رہ گیا ہے۔ وہ اپنے اپنے بزرگوں کے اقوال، اکابر کے ملفوظات اور ارشادات پر ہی زیادہ نظر رکھتے ہیں۔ اور ان ہی کے طریقوں پر دین کو اختیار کرتے ہیں۔

رکوع اور سجدہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں کیا جاسکتا

وَارْکَعُوْا مَعَ الرَّاکِعِیْنَ اور رکوع کرو، رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ (سورہ بقرہ)

اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو سجدہ کرنے سے منع کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے :

لَاتَسْجُدُوْا اللشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَھُنَّ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ. (سورہ حم سجدہ: آیت ۳۷)

ترجمہ : مت کرو سجدہ سورج کو نہ چاند کو بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان سب کو پیدا کیا، اگر تم اس کی عبادت کرنے والے ہو۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تعظیم کی جو خاص شکلیں ہیں ان میں سجدہ تذلّل کا ایک خاص طریقہ ہے اسے مخلوق کیلئے کرنا شرک ہے بعض صحابہ دوسرے علاقوں میں غیر مسلموں کو ان کے بادشاہوں اور امراء کو سجدہ تعظیم کرتے ہوئے دیکھ کر آتے تو حضور ﷺ کی بھی تعظیم اُسی انداز سے کرنے کی اجازت مانگتے، تو آپ ﷺ فوراً منع کردیتے اور ارشاد فرماتے کہ میری شریعت میں اگر سجدہ جائز ہوتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کو سجدہ (تعظیم) کرے مگر اس کی بھی اجازت نہیں۔ (ترمذی)

اس تشریح کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی تاکید اور حضور ﷺ کے منع کرنے کے باوجود ایمان کا دعویٰ کرنے والے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو نظر انداز کر کے اپنے پیروں، مرشدوں اور سجادہ نشینوں کو سجدہ تعظیم کے طور پر ان کے پیروں اور گود میں سر رکھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور ولیوں اور بزرگوں کی قبروں پر کثرت سے سجدے کئے جاتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا حق مخلوق کو دے کر عبادت میں شرک کیا جاتا ہے۔

نماز کی حالت کا قیام غیر اللہ کے سامنے ادا نہ کیا جائے

وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے آگے عاجزی سے کھڑے ہوا کرو۔ (سورہ بقرہ)

جس طرح حالت نماز میں عاجزی اور انکساری اور غلامی اور تذلّل کی طرح اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہوا جاتا ہے اس طرح بندوں کے سامنے کھڑا ہونے سے بھی اسلام نے منع فرمایا۔ کیونکہ اسطرح کھڑا ہونا گویا مخلوق کو خالق کے ہمسر ٹھرانا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے لئے صحابہ کو تعظیماً کھڑا ہونے سے بھی منع فرما دیا تھا۔ (ترمذی)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ (مفہوم) صحابہ کے نزدیک دنیا کا کوئی انسان حضور ﷺ سے زیادہ محبوب نہ تھا۔ اتنی محبت کے باوجود صحابہ آپ کو دیکھتے تھے لیکن آپ ﷺ کے لیے تعظیماً قیام نہیں کرتے تھے۔ اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ حضور ﷺ اس کو بُرا جانتے اور منع کرتے ہیں۔ (ترمذی) ایک مرتبہ حضرت معاویہ ؓ کی تعظیم میں دونوجوان صحابہ کھڑے ہوگئے آپ نے ان کو بیٹھ جانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں نے سنا ہے حضور ﷺ فرماتے تھے کہ جس کو اس بات سے خوشی ہو کہ لوگ بت کی طرح اس کیلئے کھڑے ہوں تو اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیں۔ (ترمذی)

اگر ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیں تو کسی مرشد کی تعظیم میں کوئی مرید کھڑا نہ ہو اور استادوں کے آنے پر شاگرد کھڑے نہ ہوں تو مشائخ، مرشد اور استاد ناراض ہوجاتے ہیں۔

اسی طرح اکثر کمپنیوں کے مالک اور صاحب اقتدار امراء اپنے ماتحتوں کو عاجزی، غلامی اور تذلّل کے ساتھ کھڑا دیکھنا چاہتے ہیں اور اسی طرح کی تعظیم پسند کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف بے ادبی سمجھتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ راستے سے تشریف لے جارہے تھے ایک شخص نے آپ کو دیکھا اس پر اس قدر رعب طاری ہوا کہ وہ کانپنے لگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ڈرو نہیں میں ایک قریشی خاتون کا بیٹا ہوں جو گوشت کو خشک کر کے کھایا کرتی تھی۔ (ترمذی)

بعض مساجد میں بعض بعض وقت یہ دیکھا گیا کہ نماز مغرب ادا ہونے کے بعد ایک دو حضرات خاص طور پر ذرا قبلہ سے کچھ ترچھا ہو کر اپنا رُخ بغداد کی طرف کر کے ویسے ہی کچھ دیر کیلئے کھڑے ہوتے ہیں جیسے نماز کی حالت میں قیام کیا جاتا ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کے روضے کی طرف خیال کر کے مراقبے میں کھڑے ہوئے تھے۔ اسی طرح بہت سے مقامات پر نمازوں کے بعد کچھ لوگ مدینہ منورہ کی طرف رخ کر کے تھوڑی دیر کیلئے کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ بھی شرک فی العبادت ہوگا۔ اکثر لوگ درگاہوں کی قبور کے پاس بھی اسی طرح ٹھہرتے نظر آتے ہیں یہ سب شرکیہ اعمال ہیں ایمان والوں کو اس سے توبہ کرنا چاہئے۔

قربانی، منت اور نذر کا عمل خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (سورہ انعام)

آپ کہہ دیجئے میری نماز میری قربانی میرا جینا میرا مرنا اللہ کے لیے ہے جو رب العالمین ہے

قربانی ایک عظیم الشان عمل ہے اور خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کی جاتی ہے اور بندہ کی طرف سے اس بات کا اعلان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی ہر ناجائز خواہش کو وہ اسی طرح ذبح کرے گا۔ قرآن میں ہے :

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَر ''پس اپنے رب کیلئے نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو'' (سورۂ کوثر)

غیر مسلمین گناہوں سے پاک ہونے کیلئے سر کے بال، جانوروں کا خون اور جانور، روپیہ، پیسہ، ناریل، چڑھاوے کے نام پر بتوں اور دیوی دیوتاؤں پر بھینٹ کرتے ہیں اور پاپ کے دُھل جانے کا تصوّر رکھتے ہیں اور وقفہ وقفہ سے یہ عمل کرتے رہتے ہیں۔ مسلمان بھی غیر مسلموں کی طرح اللہ تعالیٰ کے علاوہ درگاہوں اور مزاروں پر اپنی منتوں اور مرادوں کو پورا کرنے کیلئے قبروں کے پاس جانور ذبح کرتے ہیں، بچوں کے سر کے بال نکالتے اور ولیوں اور بزرگوں کے نام کے جانور چھوڑتے ہیں۔ ذبح کرنا یا ولیوں کے نام کا جانور چھوڑنا دونوں ایک ہی بات ہے۔ اسی طرح منتیں و مرادیں جو خدا سے مانگنی ہے وہ بھی مزاروں سے مانگتے اور مزاروں کے قریب پکوان کر کے کہیں بکرے اور کہیں مرغ ذبح کر کے خاندان کے افراد کو وہاں جمع کر کے نذر و نیاز پوری کرتے ہیں۔

ذرا غور کیجئے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں وہ کیسے شرک میں گرفتار ہوگئے ہیں۔ قربانی صرف اللہ تعالیٰ کیلئے کی جاتی ہے نذر اور منت، مرادیں صرف اللہ تعالیٰ سے مانگنی ہے غیر اللہ سے نذر، منت مانگنا شرک ہے اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا بھی شرک ہے۔ اگر کوئی جان بوجھ کر غیر اللہ سے منت مانگے اور قربانی کرے تو وہ مرتد ہو جاتا ہے۔ نذر اور منت ماننے والے کو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنا چاہئے۔ اسی طرح بعض لوگ بتوں کے نام کے جانور اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں غیر مسلمین مؤذن وغیرہ کو لے جا کر ذبح کرواتے ہیں یہ بھی شرک اور حرام ہے اس لیے کہ جانور جس کی ملکیت ہے وہ بت کے نام پر قربانی اور چڑھاوا چڑھانا چاہتا ہے اب اس کو خدا کے نام پر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوتا۔ ایسے جانوروں کا گوشت کھانا بھی حرام ہے، جو غیر اللہ کے نام پر قربان کئے جائیں۔ غیر اللہ کے لیے نذر اور منت مانی ہو تو اُسے پورا نہیں کرنا چاہئے۔ نذر، منت اور قربانی بھی ایک عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور جس طرح اولیاء کے قبروں سے منت مانگنا جائز نہیں اُسی طرح ان قبروں پر مکانات اور جائیداد وقف کرنا بھی ناجائز ہے اکثر لوگ بڑے اہتمام سے غیر اللہ کی نیاز کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ

نیاز نہ کی جائے تو نقصان ہوتا ہے۔نفع ونقصان کے ڈر سے نیاز کی جاتی ہے۔غیر اللہ کی نیاز کرنا بھی شرک ہے اور اس کا کھانا بھی حرام ہے۔ کسی بھی صورت میں غیر اللہ سے امید لگائی جائے اور کسی بھی صورت میں غیر اللہ سے خوف کھایا جائے اور کسی بھی صورت میں غیر اللہ سے نفع ونقصان کا اعتقاد رکھا جائے یہ سب شرک ہے۔اللہ تعالیٰ کی مرضی ومشیت کے بغیر کوئی کسی کو نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اِذن کے بغیر بھی کوئی نفع ونقصان پہنچانے پر قادر ہے،مشرکانہ خیال اور عقیدہ ہے۔گذرے ہوئے لوگوں کو نفع ونقصان پہنچانے والا سمجھنا شرک ہے۔ جو چیز کسی زندہ مخلوق کے امکان وطاقت میں ہو،اس کو اس سے مانگنے میں کچھ حرج نہیں جائز ہے۔مثلاً کسی ضرورت پر اس سے مدد مانگنا یا ڈوبنے یا آگ سے بچاؤ وغیرہ کی مدد مانگنا جائز ہے اور کسی سے فطری خوف ہو، جائز ہے مثلاً خوفناک درندے اور سانپ، بچھو یا مسلح شخص سے۔اس میں بھی یہ امید رکھنا کے اللہ کی مشیت کے بغیر یہ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔توکل کے ساتھ تدبیر اختیار کرنا توحید ہے۔ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰه (بقرہ) جو چیز اللہ کے سوا کسی اور نام سے موسوم کی جائے حرام ہے نذر، نیاز، منت اللہ سے کی جائے تو اُسے پورا کرنا ضروری ہے۔

طواف بھی صرف کعبۃ اللہ کا کیا جائے گا

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ. اور بیت اللہ کا طواف کرو۔ (سورۂ حج)

طواف حج اور عمرہ کا رکن ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بیت اللہ کا طواف کرو۔ یہ ایک واحد عبادت ہے جو سوائے بیت اللہ کے کہیں بھی نہیں کی جاسکتی۔ یہاں تک کے مسجد نبوی میں بھی نہیں کی جاسکتی۔اس کے باوجود ایمان کا دعویٰ کرنے والوں نے درگاہوں میں ولیوں کی قبروں کا طواف کرنا شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرتے ہوئے اللہ کے حقوق میں شرک کا ارتکاب کیا۔جس طرح کعبۃ اللہ میں دن رات طواف ہوتا ہے اُسی طرح مزارات پر بھی مسلسل لوگ طواف کرتے ہیں۔غیر مسلم اپنی عبادت گاہوں کا طواف کرتے ہیں۔

مدد اور دعا بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہیں مانگی جاسکتی

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

حدیثوں میں یہ بتلایا گیا کہ دعا عبادت کا مغز ہے۔اللہ تعالیٰ اس بات کو قطعی پسند نہیں کرتا کہ اس کا بندہ اس کو چھوڑ کر غیر اللہ سے دعا مانگے اور غیر اللہ کو پکارے۔ دینا تو دور کی بات وہ سننے کی بھی طاقت نہیں رکھتا۔حضور ﷺ نے یہ بھی تعلیم دی کہ اگر جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے اور نمک کی ڈلی کی بھی ضرورت ہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگو۔ایک مسلمان ہر روز نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے ذریعہ یہ اقرار کرتا ہے کہ

اے اللہ! مَیں عبادت بھی تیری ہی کرتا ہوں مدد بھی تجھ ہی سے مانگتا ہوں۔

اس اقرار کے بعد اکثر مسلمانوں کا قول ایک ہے اور فعل ایک۔ ہزاروں لوگ درگاہوں، مزارات، علموں، چھلوں، تعزیوں سے بھی دعائیں مانگتے ہیں اور اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ ان کو ان تمام چیزوں سے بھی مرادیں پوری ہوتی ہیں اور مسائل حل ہوتے ہیں۔زندہ انسانوں سے مدد مانگنا جائز ہے لیکن جو انتقال کر گئے ان سے مدد مانگنا، ان کو پکارنا ان سے فریاد رسی کرنا شرک ہے اور یہ شرک کی بہت بڑی شکل ہے۔غیر مسلمین اللہ کو بھی پکارتے اور غیر اللہ کو بھی پکارتے ہیں۔مومن خالص اللہ ہی کو پکارنے والا ہوتا ہے۔ مگر افسوس مسلمان کسی کو مشکل کشا، کسی کو حاجت رَوا، کسی کو غریب نواز کہہ کر ان سے دعائیں مانگتے ہیں۔

قرآنِ مجید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور زکریا علیہ السلام کو اولاد عطا کرنے اور حضرت ایوب علیہ السلام کے بیمار ہونے کے نیز حضرت یونس علیہ السلام کے مصیبت میں پھنس جانے اور ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکے جانے کے واقعات کو پیش کیا ہے اور ان تمام واقعات میں اللہ تعالیٰ بندوں کو یہ تعلیم دے رہا ہے کہ ان تمام پیغمبروں نے اپنی اپنی ان ضرورتوں میں بھی اللہ تعالیٰ ہی کو پکارا اور اُسی سے مدد طلب کی۔اور بندوں کو یہی تعلیم دی کہ

وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ (سورۃ ق) اورہم تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں اور یہ بھی فرمایا لَـهٗ دَعۡوَةُ الۡحَقِّ (سورۃ رعد) اللہ تعالیٰ کو پکارنا حق ہے۔حدیثوں میں یہ بات بھی آئی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔(ترمذی)

اسی طرح اکثر مسلمان اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اللہ تعالیٰ کو پکارنے کے بجائے، یاغوث، یاعلی، یارسول، یافلاں پیر، یاخواجہ، یاحسین وغیرہ کہتے رہتے ہیں جبکہ قرآنِ مجید میں باقاعدہ مسلمانوں کو اٹھتے، بیٹھتے، چلتے، پھرتے، لیٹے ہرحال میں اللہ تعالیٰ کو پکارنے اور یاد کرنے کا حکم ہے اور حضور ﷺ نے ہر کام کے وقت انشاء اللہ، ماشاء اللہ، جزاک اللہ، الحمدللہ، سبحان اللہ، اللہ اکبر کے کلمات سکھائے ہیں جس سے انسانوں کو ایمان میں تازگی نصیب ہوتی ہے۔اسکے باوجود مسلمان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔ارشادِ خداوندی ہے : فَلَا تَدۡعُوۡا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُعَذَّبِيۡنَ پس تم اللہ کے سوا کسی دوسرے کو مت پکارو ورنہ تم کو سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔(سورہ شعراء)

سورہ احقاف آیت نمبر ۵ میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے : ''اُن لوگوں سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا ایسوں کو پکارے جو قیامت تک بھی ان کی نہ سنیں اور وہ ان کی دعاؤں سے بھی غافل ہیں۔''

اس تشریح سے ثابت ہوا کہ جس درجہ کا تعلق اور ربط ومحبت اللہ تعالیٰ سے رکھنا چاہئے مسلمان بھی غیر مسلموں کی طرح وہ تعلق اور ربط مزارات اور گذرے ہوئے لوگوں سے رکھے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا اصل توحید ہے

توکل کے معنیٰ بھروسہ کرنے کے ہیں۔اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ پر توکل کرنا شرک ہے۔ایمان والے ہر حال میں خالص اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں۔حضور ﷺ ایک مرتبہ کسی درخت کے نیچے اکیلے آرام کر رہے تھے ایک شخص ننگی تلوار لیے آپ کے سامنے

آ کھڑا ہوا اور کہا کہ ''اے محمد! اب مجھ سے تم کو کون بچا سکتا ہے؟'' آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے پورے اطمینان سے جواب دیا کہ ''اللہ تعالیٰ'' جیسے ہی اس نے اللہ تعالیٰ کا نام سنا اُس پر گھبراہٹ طاری ہوگئی، پھر آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور اس کافر کو معاف کر دیا۔غیر مسلم تمام حالات میں توکل دولت پر، طاقت وقوت پر یا لوگوں کی مدد پر یا ہتھیاروں پر غرض اسباب پر کرتا ہے مگر مومن سب کچھ رکھتے ہوئے توکل اللہ تعالیٰ پر کرتا ہے۔قرآنِ مجید کے مطابق توکل کا صحیح تصوّر یہ ہے کہ انسان اسباب کو اختیار کر کے اللہ تعالیٰ پر نگاہ رکھے۔تدبیر کو اختیار کرے بغیر توکل کرنا غیر اسلامی تصوّر ہے۔زندگی کے ہر شعبے میں انسان پر مختلف حالات آتے ہیں ان حالات میں انسان اسباب کو اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر نگاہ رکھے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے، یہی عین توحید ہے اور یہی صحیح توکل ہے۔اس کے برعکس زندگی کے مختلف حالات میں صرف اسباب پر نگاہ جمالیں تو یہ درست نہ ہوگا، کیونکہ محض اسباب پر بھروسہ کرنا شرک ہے توکل مومن کیلئے بہت بڑی نعمت ہے۔توکل ہی کی وجہ سے وہ طاقتور، نڈر اور قناعت پسند بن جاتا ہے اور ہر حال میں سکون محسوس کرتا اور مطمئن رہتا ہے، کبھی ناامید نہیں ہوتا۔ہر ممکن کوشش کرتا ہے اور نتیجہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑتا ہے۔مایوسی اور ناامیدی کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر دوسروں سے محبت کرنا شرک ہے

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ان کو سب سے زیادہ محبت اللہ سے ہوتی ہے۔(سورۂ بقرہ)

بندے کو سب سے زیادہ محبت اپنے مالک اور خالق سے ہی ہونی چاہئے اور بندے پر اللہ کا یہ حق ہے کہ وہ سب سے زیادہ محبت اپنے مالک ہی سے کرے۔اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ایمان والے بندوں کی یہ خصوصیت بیان کی ہے کہ وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔ایک غلام کو اپنے آقا سے جتنی محبت ہوتی ہے اتنی کسی غیر سے نہیں ہوتی۔اللہ تعالیٰ نے دنیا کو امتحان وآزمائش کی جگہ بنا کر بہت ساری چیزوں سے محبت کرنے کا

موقع عطا فرمایا۔ مثلاً ماں باپ سے، اولاد سے، بیوی سے، رشتے داروں سے۔ مال و دولت سے، خاندان، قبیلہ اور ملک اور وطن سے انسان فطری طور پر محبت کرتا ہے۔ مگر اسلام نے یہ شرط رکھی ہے کہ تمام محبتیں اللہ تعالیٰ کی محبت کے تحت ہونی چاہئے اور ہر چیز سے اللہ ہی کی خاطر محبت کی جائے اگر انسان خدا سے بڑھ کر مخلوقات سے محبت کرے تو یہ شرک ہے۔ ایسی صورت میں انسان حق و باطل کی تمیز بھول جاتا ہے۔ انسان پر لازم ہے کہ تمام محبتوں کو دبا کر اللہ تعالیٰ کی محبت کو ترجیح دے اور ہر اطاعت اللہ کی محبت کے ساتھ کرے۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبت رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ زندگی کے ہر عمل میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور رضاء وخوشنودی کو دنیا کی تمام چیزوں پر ترجیح دے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت پر تمام محبتوں کو قربان کردے اس محبت کا اظہار اس وقت ہوتا ہے جب انسان ہر کام اللہ کے واسطے کرے۔

جو انسان توحید سے دور ہوتا ہے اور شرک میں گرفتار رہتا ہے اس کے قلب پر یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی وہ ہر عمل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پر غیر اللہ کی محبت کو ترجیح دیتا اور غیر اللہ کی محبت میں زندگی گذارتا ہے اور اُسی غیر اللہ کی محبت ہی کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پرواہ بھی نہیں کرتا اور حکم کو توڑ کر زندگی گذارتا ہے، ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت تھی۔ ایک مومن اہل وعیال سے محبت کرتا ہے تو اللہ کے واسطے، مصیبت اور تکالیف برداشت کرتا ہے تو اللہ کی محبت میں، کسی کی مدد کرتا ہے تو اللہ کی محبت میں، اپنے امیر کی اطاعت کرتا ہے تو اللہ کی محبت میں، غرض اچھا کام اور نیکی اللہ کی محبت میں کرتا ہے دوستی بھی اللہ کیلئے، دشمنی بھی اللہ کیلئے، کچھ دیتا ہے تو اللہ کیلئے اور کچھ دینے سے روکتا ہے تو اللہ کیلئے۔ جو شخص اللہ سے محبت کرے گا وہ اللہ کے دین سے بھی محبت کرے گا۔

روپیہ پیسہ کی محبت میں انسان خدا کی محبت کو بھول جاتا ہے

مشرکین خدا کو تو مانتے ہیں مگر خدا سے بڑھ کر دولت سے محبت کرتے ہیں۔ چنانچہ انسان پر جب دولت کی محبت غالب آتی ہے تو وہ خدا کی پرواہ کئے بغیر دولت کی خاطر کسی کا خون

کر ڈالتا ہے، کسی کی عزت لوٹ لیتا ہے اور پیسے کا بندہ بن جاتا ہے۔ حدیث میں ایسے انسانوں کو عَبْدُ الدِّيْنَارُ اور عَبْدُ الدِّرْهَمْ کہا گیا۔ دولت ہی کی خاطر، ملکوں کو شہروں اور بستیوں کو لوٹا جاتا ہے اکثر مسلمان ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود حرام طریقے سے دولت سمیٹ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بجائے روپے پیسے کے بندے بنے ہوئے ہیں۔

طاغوت کی اطاعت میں خدا کی محبت کو بھول جاتا ہے

انسان پر یہ لازمی اور ضروری ہے کہ وہ اپنی تمدنی اور معاشرتی زندگی میں خدا کے بھیجے ہوئے شریعت پر عمل کر کے اُسی کے حکم اور قانون پر زندگی گذارے۔ مگر انسان طاغوتی محبت میں خدا کی محبت کو دبا کر طاغوت کی اطاعت و بندگی میں زندگی گذارتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پرواہ نہیں کرتا۔ چنانچہ انسان باپ دادا کے جاہلانہ طریقوں کی، گمراہ لیڈروں کی اور سرداروں کی اور علمائے سوء اور گمراہ مرشدوں کی پیروی کر کے قانون شریعت کے خلاف چلتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بجائے طاغوت کی اطاعت کرتا ہے۔ اطاعت صرف اللہ کی ہو۔ غیر اللہ کی اطاعت اللہ کی اطاعت کے تابع اور تحت ہو۔

قوم، قبیلے اور وطن کی محبت میں خدا کی محبت کو بھول جاتا ہے
خدا سے بڑھ کر قوم، قبیلے اور وطن سے محبت کرنا بھی شرک ہے

انسان کی فطرت ہے کہ وہ جس قوم اور قبیلے میں پیدا ہوتا ہے اور جس وطن میں پرورش پاتا ہے اس سے اس کو محبت ہو جاتی ہے۔ مگر یہ محبت بھی اللہ تعالیٰ ہی کی خاطر اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہونی چاہئے۔ اگر خدا کی محبت کے خلاف اور خدا کی محبت سے بڑھ کر قوم، قبیلے اور خاندان سے محبت کی جائے تو یہ درست نہ ہوگا اور انسان کے لیے وطن، قوم اور قبیلہ بھی ایک بت بن جائے گا۔ مشرکانِ عرب زمانۂ جاہلیت میں اپنی قوم، قبیلے

اور وطن کی خاطر برسوں ایک دوسرے کے دشمن بنے رہتے تھے اور اسی کی خاطر قتل وخون ریزی میں مبتلا رہتے تھے۔ چنانچہ وہ قوم وقبیلے کی خاطر اپنی جان ومال کو قربان کردینا بڑی کامیابی اور سعادت سمجھتے تھے۔ آج بھی انسانوں کا مزاج ایسا ہی ہے وہ حق وباطل کی تمیز کیے بغیر قوم اور ملک کی ظلم زیادتی کے باوجود قوم کا ساتھ دیتے اور اندھی تائید کرتے ہیں اور ظلم کا ساتھ دیتے ہیں اور اپنے ملک اور وطن میں غیر ملکی لوگوں کو رہنے نہیں دیتے۔ کہیں وطنی غیر وطنی کہیں کالے، گورے اور کہیں عرب وعجم کا تصور رہے۔ وطن کی پوجا کی جاتی ہے اس کو ماں مانا جاتا ہے۔

خوف، خشیت اور امید بھی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی سے رکھی جائے

ایمان اور غیر ایمان والوں میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ غیر ایمان والے خوف، خشیت اور امید مخلوق سے بھی رکھتے ہیں، اور خوف وناامیدی کی وجہ سے یا تو مخلوقات کے آگے جھک جاتے ہیں یا پھر ناامید ہو کر خودکشی ہی کر لیتے ہیں، یا امید باندھ کر مخلوق کو بھی خدا جیسا سمجھتے ہیں۔ شیر، ببر اور سانپ بچھو سے خوف کھانا یہ فطری اور طبعی چیز ہے، اور فطری اور طبعی خوف رکھنا کوئی شرک نہیں۔ مگر مخلوقات سے ویسے ڈرنا جیسے خدا سے ڈرا جاتا ہے اور مخلوقات سے ویسے خوف کرنا جیسے خدا سے کیا جاتا ہے اور مخلوقات سے ویسی امید رکھنا جیسی خدا سے امید رکھی جاتی ہے یہ سب شرک کی فہرست میں داخل ہو جاتا ہے، دنیا میں غیر مسلم اسباب سے پوری امید باندھے رکھتے ہیں مگر ایمان والے ہر حالت میں خدا سے امید، بھروسہ اور خشیت اور خوف رکھتے ہیں، مثلاً موجودہ زمانے میں اکثر لوگ نوکری اور کاروبار کے لیے اپنے ملک سے دوسرے ملکوں میں جاتے اور وہاں پر کمپنی کے مالک سے بہت خوف اور ڈر رکھتے ہیں کہ وہ ہمیں کہیں روزگار سے نہ نکال دے اور ہم تباہ وبرباد نہ ہو جائیں، بس ہر آن ہر گھڑی اس کا خوف ان پر چھایا رہتا ہے اور وہ سامنے آجائے تو بہت ہی گھبرائے ہوئے رہتے ہیں۔ یا روزگار چھوٹ جائے تو ہارٹ اٹاک کا شکار

ہو جاتے ہیں یا پھر روزگار کی تلاش میں درمیانی لوگوں پر مکمل ٹیکہ رکھتے ہیں کہ فلاں صاحب اگر چاہیں تو مجھے روزگار مل سکتا ہے یا فلاں فلاں درمیانی لوگ میرے لئے روزگار میں رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں اس لیے میرا روزگار نہیں لگ رہا ہے۔ اس کے برعکس مومن شر اور خیر سب کچھ اللہ کی طرف سے سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشا ومشیت کے بغیر کسی کو بھی نفع ونقصان والا نہیں سمجھتا اور کوشش جاری رکھتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جب مدد آئے گی تو اللہ تعالیٰ میرے روزگار کے راستے کھول دے گا۔ دنیا کی کوئی طاقت میرے منہ میں جانے والے نوالے کو روک نہیں سکتی۔ وہ محنت ومزدوری کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر امید رکھتا ہے کہ جب تک اس کی مرضی اور مشیت نہ ہوگی مجھے میرے روزگار سے کوئی نہیں ہٹا سکتا۔ وہ اگر روزگار سے ہٹا دیا جائے تو ناامید نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیتوں سے پھر نئی کوشش کرتا ہے، وہ اپنی جان، عزت، نقصان کے تعلق سے بھی یہی عقیدہ رکھتا ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مجھے کوئی مار نہیں سکتا اور نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر میری کوئی مدد کر سکتا ہے وہ ہر قسم کا خوف، امید اور خشیت اللہ تعالیٰ ہی سے رکھتا ہے، لوگوں کا وہ ادب واحترام ضرور کرتا ہے مگر وہ اُن کا ادب بھی اللہ تعالیٰ ہی کی خشیت اور خوف سے کرتا ہے، وہ اندھیرے اور اجالے میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کا خوف رکھتا اور اللہ تعالیٰ ہی کی خشیت سے شراب، جوا، یا زنا، سود جیسے گناہِ کبیرہ سے دور رہتا ہے وہ خوف اور امید اللہ تعالیٰ سے رکھ کر دشمن سے اپنی پوری حفاظت بھی کرتا ہے۔

اُٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے

مشرک قومیں خدا کے بجائے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے غیر اللہ کو پکارتی ہیں اور غیر اللہ کا گیت گاتی ہیں۔ بے شعور توحید سے ناواقف مسلمان بھی غیر مسلموں کی طرح اٹھتے بیٹھتے غیر اللہ کو پکار کر اپنے شرک میں مبتلا ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے یہ اوصاف بیان کیے ہیں کہ وہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اور لیٹے صرف

اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو یاد کرتے ہیں۔ حقیقی ایمان والے اللہ تعالیٰ کے علاوہ غیر اللہ کو پکارنا شرک سمجھتے ہیں۔ چنانچہ توحید سے دوری اور شرک سے ناواقفیت کی وجہ سے مسلمان اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اور لیٹے یا رسول اللہ، یا علی، یا حسین، یا غوث، یا پیران پیر، یا خواجہ وغیرہ بس پکارتے رہتے ہیں۔

مخلوق کو رب اور بندہ کے ناموں سے پکارنا بھی ناجائز ہے

زمانہ جاہلیت میں لوگ آقا کو رب اور غلام کو عبد کے الفاظ سے پکارتے تھے حضورِ اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا یہ بھی ایک شرکیہ انداز کی مخاطبت ہے۔ اس میں خالق اور بندہ کا تصوّر باقی نہیں رہتا۔ آج کل لوگ تکیہ کلام کے طور پر لوگوں کا تذکرہ بندہ بندہ کہہ کر کرتے ہیں کہ فلاں بندے نے یہ کام کیا۔ بندہ آخر کس کا۔ کہنے والے کا، یا اللہ کا۔ کہیں زمانہ جاہلیت کی طرح نوکروں اور اپنے ماتحتوں کو بندہ بندہ تو نہیں کہہ رہے ہیں؟ اس کو ظاہر کیا جائے اور یوں کہنا چاہیے کہ اللہ کے بندے نے یہ کام کیا۔ اس سے خالص خدا کا تصوّر برقرار رہے گا۔ قول اور فعل میں شرکیہ انداز اختیار نہ کیا جائے۔ بچوں کے نام عبدالنبی عبدالرسول رکھنا بھی شرکیہ نام ہیں، ایسے ناموں کو بدل کر رکھا جائے۔

غیر اللہ کی قسم کھانا بھی شرک ہے

شرکِ اصغر کی ایک انتہائی باریک شکل غیر اللہ کی قسمیں کھانا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اس کا رواج عام تھا اور عرب کے مشرکین بات بات پر بتوں اور دیوی دیوتاؤں کی قسمیں کھا کھا کر اپنی بات کا یقین دلاتے تھے۔ اسی طرح کعبہ کی بھی قسم کھائی جاتی تھی۔ قریش اپنے دیوتا، لات اور عزیٰ کی قسمیں کھایا کرتے تھے اور دوسرے مذاہب کے لوگ اپنے اپنے دیوتاؤں کی قسمیں کھایا کرتے تھے۔ قسم کھانے سے مراد درحقیقت گواہ بنانا ہے۔

یعنی جس چیز کی بھی قسم کھائی جاتی ہے تو اس کو اس واقعہ پر گواہ بنایا جاتا ہے۔ عربوں میں بت پرستی کے عام رواج کی وجہ سے لوگوں میں قسم کھانے کی عام عادت تھی۔ چنانچہ ان لوگوں کے اسلام قبول کرنے کے بعد بھی بے اختیار ان کی زبانوں سے غیر اللہ کی قسمیں نکل جاتی تھیں۔ حضور ﷺ نے یہ تاکید فرمائی کہ اگر بے اختیار زبانوں سے غیر اللہ کی قسمیں نکل جائے تو فوراً کلمہ طیبہ پڑھ لیا کرو یہ گویا کفریہ کلمہ سے توبہ کرنا ہے۔ عرب لوگ بتوں کے علاوہ ماں باپ اور کعبہ کی بھی قسم کھاتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کعبہ کے بجائے کعبہ کے رب کی قسم کھایا کرو۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو باپ کی قسم کھاتے سنا تو آپ ﷺ نے فوراً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اللہ نے اس طرح قسم کھانے سے منع فرمایا ہے اپنے ماں باپ کی قسم نہ کھایا کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں زندگی بھر احتیاط کرتا رہا اور کبھی غیر اللہ کی قسم نہ کھائی۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کو کعبہ کی قسم کھاتے سنا تو ارشاد فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے یہ کہتے سنا کہ جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔ دوسری روایت میں ہے ہر وہ قسم جو غیر اللہ کی کھائے شرک ہے۔ اسلامی تعلیمات کے ذریعہ ان چیزوں کو روکنے کے باوجود بعض بے شعور مسلمانوں کا تکیہ کلام بات بات پر ماں کی قسم یا باپ کی قسم یا اولاد کی قسم کھاتا رہتا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو اس بے شعوری سے بچنا چاہیے۔ بعض مسلمان وَلیوں اور بزرگوں کی قسمیں کھاتے ہیں اور اپنی قسموں پر ان کو گواہ بناتے ہیں یہ بھی شرکیہ فعل ہے۔

کائنات کے تمام کاموں میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی مشیت ومرضی کا دخل نہیں

اکثر لوگ اپنے پیروں، مرشدوں اور اکابر وعلماء دین کے تقوی، پرہیزگاری اور خدا پرستی اور للّٰہیت سے بہت متاثر ہوتے ہیں اور اکثر وبیشتر ان کی دعاؤں میں قبولیت

محسوس کرتے اوران کی زبان سے نکلی ہوئی باتوں میں اثر اور سچائی دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت کے ساتھ فلاں بزرگ کی بھی مرضی چل رہی ہے اور جو بزرگ چاہ رہے ہیں اللہ تعالیٰ وہی کر رہا ہے۔ایسی صورت میں انکی زبان سے شرکیہ گفتگو نکلتی ہے اور وہ دورانِ گفتگو یہ کہتے ہیں کہ ”جو اللہ کی مشیت اور حضرت کی مرضی“ یا ”جو اللہ چاہے اور حضرت چاہیں“۔یادرکھیئے کائنات کے کاموں میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی مرضی، مشیت کا دخل نہیں۔کسی بھی مخلوق کی مرضی سے کوئی کام نہیں ہوتا۔”جو اللہ چاہے اور جو حضرت چاہے“ اس طرح کہنے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ برابری اور مشابہت ہوجاتی ہے اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو حضرت چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ وہی چاہتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت میں کوئی شریک نہیں۔لیکن لوگ غلو کر کے اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت کے ساتھ غیر اللہ کو بھی شامل کرتے ہیں۔یہ گفتگو اور باتوں کا شرک ہوجاتا ہے۔قرآنِ مجید نے انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ کائنات میں صرف خدا کی مرضی اور مشیت چلتی ہے۔کسی دوسرے کی مرضی کا دخل نہیں۔حضور ﷺ نے اس طرح کی گفتگو سے ایمان والوں کو منع فرمایا۔جس سے اللہ اور بندے میں برابری کا اظہار ہو۔ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دورانِ گفتگو کہنے لگا جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں تو حضور ﷺ نے اُسے ایسے جملے کہنے سے منع کیا اور ارشاد فرمایا کہ تم نے مجھے خدا کا ہمسر اور مقابل ٹھرایا۔یوں کہو جو خدا تنہا چاہے۔ آپ ﷺ نے ایسی گفتگو اور خطابت سے منع فرمایا جس سے یہ ثابت ہو کہ خدا اور رسول کا درجہ برابر برابر ہے مسلمانوں کے نعتیہ کلام اور مرثیہ وغیرہ اسی شرکیہ الفاظ کی شاعری سے بھرے پڑے ہیں۔شاعر حضرات غلو کر کے اللہ اور پیغمبر کو ایک کر دیتے ہیں اور جو کام اللہ کے ہیں ان کی نسبت پیغمبر کی طرف کر کے شرکیہ کلام لکھتے اور پڑھتے ہیں اسی طرح ولیوں اور بزرگوں کے ساتھ بھی کیا جاتا ہے۔جس طرح اعمال سے شرک کیا جاتا ہے ویسا ہی الفاظ سے بھی شرک کیا جاتا ہے۔

مشیتِ خداوندی کے خلاف بات کرنا بھی شرک ہے

انسان پر دنیا میں مختلف حالات آتے ہیں کبھی غم کے اور کبھی خوشی کے، کبھی نقصان کے اور کبھی نفع کے۔ان تمام حالات میں انسان کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر اعتماد کرنا چاہیئے۔ غزوات میں حضرات صحابہ میں سے جب کوئی شخص شہید ہوجاتا یا کسی کا مالی نقصان ہوتا تو منافقین اکثر ایسے جملے کہتے کہ اگر وہ نہ جاتے تو قتل نہ ہوتے یا ہماری بات مانتے تو نقصان نہ ہوتا۔اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں یہ تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تقدیر ٹل نہیں سکتی۔اگر کوئی گھروں میں بیٹھا ہوا ہو تب بھی موت آسکتی ہے جس شخص کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو وہ خود بہ خود اپنی موت کی جگہ کی طرف نکل آتا ہے۔اسی طرح اکثر لوگ مختلف حادثات پر بھی گفتگو میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے خلاف بات کرتے ہیں۔ مثلاً کسی کے گھر چوری ہوجائے اور بازو کے گھر چوری نہ ہو تو کہتے ہیں کہ کتا موجود رہنے سے فلاں کے گھر چوری نہ ہوسکی یا میں نے کرنٹ بند کر دیا تھا اس لئے دوکان جلنے سے بچ گئی یہ سب تقدیر کے خلاف اور مشیت الٰہی کے خلاف باتیں ہیں جب وقت آتا ہے تو ہونے والی چیز ہو کر رہتی ہے۔اسلیے کسی کی موت یا نقصان پر بے شعوری کی باتیں کر کے یہ کہنا کہ فلاں دوا کھاتے تو بچ جاتے یا فلاں ڈاکٹر سے علاج کرواتے تو بچ جاتے یہ سب اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے خلاف اور اللہ کی تقدیر کا غیر شعوری طور پر انکار ہے اور شرک ہے۔

نفس پرستی بھی شرک ہے

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَـهُ هَوَاهُ (فرقان:۴۳)

تم نے ان کو دیکھا جس نے اپنا خدا خود اپنی نفسانی خواہش کو بنالیا ہے۔

شرک صرف بتوں کی پوجا ہی کا نام نہیں ہے بلکہ شرک کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ نفسانی خواہشات کی بھی پیروی کرے اور نفس کے حکموں پر زندگی

گذار کر نفس کا بندہ بنا رہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو صرف اپنی بندگی اور غلامی کرنے کیلئے پیدا کیا۔ جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ نفس کی بھی اطاعت کی جاتی ہے تو اطاعت میں اللہ کے ساتھ شرک ہوجاتا ہے۔نفسانیت کی بت سازی کسی پتھر کو تراش کر کے نہیں کی جاتی۔ بلکہ یہ بت انسانی ذہن کے کارخانے میں تراشا جاتا ہے۔اس کا گھر کوئی بت کدہ نہیں انسان کا دل ہوتا ہے یہ بت دراصل سواری ہے شیطان کی۔ جب یہ بت حکومت شروع کرتا ہے تو انسان نیکی اور بدی سب کچھ بھول کر اُسی کا ہوجاتا ہے اس کا ہر حکم عقل پر غالب آجاتا اور دماغ کو پوری طرح قابو میں کرلیتا ہے اس وقت انسان کے کان بہرے ہوجاتے ہیں آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں اور دل پر نفسانی خواہشات کا غلبہ چھا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں انسان اعمال کے نتائج کو نہیں دیکھتا۔صرف نفسانی خواہش وجذبات کے دھارے پر بہے چلا جاتا ہے وہ قطعی نہیں سوچتا کہ وہ کس آگ کے سمندر کی طرف جارہا ہے۔ جو لوگ مشرک ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنی نفسانی خواہشات کی زیادہ اتباع کرتے ہیں اس لیے کہ ان کے پاس رب چاہی زندگی سے زیادہ من چاہی زندگی کا غلبہ رہتا ہے اور وہ جی کی خواہشات کو تکمیل کیے بغیر رہ نہیں سکتے۔

یہود ونصاریٰ اور اہل عرب اپنی عبدیت اور اللہ کی خالقیت اور ربوبیت سے انکار نہیں کرتے تھے۔مگر وہ اللہ کی بندگی اور اس کے تقاضوں یعنی تنہا اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منحرف ہوگئے تھے۔ وہ اطاعت اور بندگی دوسروں کی بھی کرتے تھے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ عبادت اور بندگی کا مطلب ان کے نزدیک پوجاپاٹ یا خاص رسم ورواج سے زیادہ نہیں تھا۔ وہ اس بات میں کوئی قباحت نہیں خیال کرتے تھے کہ عبادت تو خدا کی ہوتی رہے اور اطاعت جی کی یا کسی اور کی کرتے رہیں وہ اللہ کی اطاعت کی جگہ اپنے نفس کی، آباء واجداد کی، اپنے سرداروں اور لیڈروں کی خدا کے احکام کے خلاف پیروی کر کے بھی یہی خیال کرتے تھے کہ اس سے اللہ کی بندگی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ وہ نام تو ضرور اللہ کا لیتے تھے لیکن ہر قدم پر غیر اللہ کی اطاعت کرتے۔ اگر محض مخصوص اوقات میں خدا کا نام چپکے چپکے لیا جائے اور

اطاعت میں اس کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کیا جائے خواہ وہ شریک انسان کا اپنا نفس ہی کیوں نہ ہو تو یہ بندگی نہیں۔

اِنَّا اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ
اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (زمر:۲،۳)

ترجمہ : ہم نے تمہاری طرف کتاب اتاری ہے حق کے ساتھ پس اللہ ہی کی بندگی کرو اسی کی اطاعت کرتے ہوئے ہاں! اطاعت خالص اللہ ہی کیلئے زیبا ہے۔

خدا کی اطاعت کا راستہ یہ ہے کہ اس کے انبیاء کی پیروی کی جائے جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی، اس نے خالص اللہ کی اطاعت کی۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ یہود ونصاریٰ کا معاشرہ اور مشرکین بت پرستوں کا معاشرہ نفسانی خواہشات کا شکار ہو کر شراب، جوا، زنا، قتل خون غارت گری، لوٹ، دھوکا، ناچ گانے بجانے، بے حیائی وبے شرمی اور عریانیت، فضول خرچی جیسے اعمال بد سے بھرا پڑا رہتا ہے۔صحابہ کرام کو یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آچکی تھی جس کی وجہ سے انکے معاشرے میں یہ تمام بیماریاں اور بداعمالیاں نہیں تھیں۔ وہ سب کو چھوڑ کر خالص اللہ تعالیٰ کی عبدیت وبندگی کرتے تھے مگر موجودہ زمانے میں مسلم معاشرے کا حال بھی بالکل غیر مسلم معاشرے جیسا ہوگیا ہے۔آج کے مسلمان بت پرستی تو نہیں کرتے مگر نفس پرستی کے زبردست شکار ہیں۔اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بھی غیر مسلموں کی طرح عبادات اور عبدیت کے مفہوم کو نہیں سمجھا اور ان کے نزدیک بھی بس خاص وقت میں خاص قسم کے اعمال اختیار کرنے کا نام عبادت ہے۔ خوب اچھی طرح یاد رکھئے عبادت صرف چند رسوم ادا کر لینے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ پورا دین اس کے مفہوم میں داخل ہے۔اطاعت کے بغیر خدا کی عبادت کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ ایسا تو نہیں ہوسکتا کہ عبادت کے نام پر صرف نماز، روزہ اللہ کے لیے کریں اور زندگی کے دوسرے تمام کاروبار جی کی خواہش پر کرتے پھریں۔

رِیاکاری بھی شرک ہے

انسان کی اصل اصلاح جس سے توحید کامل اور صحیح ہوتی ہے وہ قلب اور روح کی توحید ہے انسان جتنے بھی کام کرتا ہے اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی نیت ہوتی ہے، کوئی نام ونمود کیلئے کام کرتا، کوئی دکھاوے کے لیے اور کوئی مال ودولت، دنیوی فائدوں کے لئے، کوئی رسم ورواج کی خاطر اور کوئی انسانوں کی محبت اور دشمنی میں، ان تمام کاموں کو حرکت دینے والا نفس ہوتا ہے اور نفس کی ایک بیماری ریاکاری کی ترغیبات بھی ہے۔

اسی لیے بڑا بت تو نفس ہے جس کو انسان خود اپنے دل میں چھپا رکھتا ہے اس بت کو مسلمان بنانا اور اللہ کا مطیع وفرمانبردار بنانا توحید کی اصل تکمیل ہے۔ ریاکاری یعنی دکھاوا اور نام ونمود اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ریاکار انسان صرف لوگوں کو دکھانے اور اُن میں نام ونمود حاصل کرنے اور ان کو خوش کرنے اور ان کی خاطر عمل کرتا ہے۔ وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ سے اجر لینے کے بجائے دنیا ہی میں مخلوق سے اجر چاہتا ہے ریاکاری اس بات کی علامت ہے کہ اُسے اس بات کا یقین نہیں کہ ایک روز اعمال کا حساب ہوگا۔ اجر عطاء کئے جائیں گے۔ جولوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور حساب وکتاب کے دینے اور جزاوسزا کے ملنے پر یقین نہیں رکھتے وہ ہمیشہ ریاکاری اور دکھاوے میں ہر کام کرتے رہتے ہیں۔ ان کے نزدیک لوگوں کی خوشی، لوگوں کی ناراضگی اور لوگوں کے درمیان نام ونمود اور لوگوں سے عزت کے حصول اور لوگوں سے تعریف کروانے کا خیال بہت زیادہ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندہ اس کو بغیر دیکھے صرف اُسی کا ہو کر رہے اُسی کی محبت میں گرفتار ہو کر اُسی سے عزت اسی کے ڈر خوف اور اُسی کی خاطر ہر کام کرنے والا بنے اور اسی کے پاس سے عزت اجروثواب کا امیدوار رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا انسانوں کے تمام کاموں کا دارومدار اس کی نیت پر ہے۔ اس لئے ایک مسلمان اللہ تعالیٰ پر ایمان کی وجہ سے ہر کام کو صرف خدا کا حکم، خدا کے خوف اور خدا کی خوشنودی، خدا کی محبت اور خدا کی اطاعت غرض صرف خدا کے لیے

کرتا ہے۔ جتنا زیادہ ایک مومن کے قلب میں اس کیفیت کا اضافہ ہوگا تو اس کے ایمان وتوحید کی تکمیل بھی پایہ کمال کو پہنچتی جائے گی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اس شخص کا ایمان کامل اور مکمل ہو جاتا ہے جس نے اللہ کے واسطے دوستی کی، اللہ کے واسطے دشمنی کی اور اللہ کے واسطے دیا اور اللہ کے واسطے دینے سے روکا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ریاء (دکھاوا) چھپا ہوا شرک ہے کہ انسان کوئی کام دوسرے کو دکھانے کے لیے کرے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا۔ جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا جس نے دکھاوے کی خیرات کی اس نے شرک کیا۔ حضور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا مجھے اپنی امت کے لوگوں پر سب سے زیادہ جس چیز کا خوف ہے وہ شرکِ اصغر کا ہے آپ ﷺ نے یوں بھی ارشاد فرمایا کہ میں اپنے بعد امت پر ایک چیز سے ڈرتا ہوں عرض کیا گیا وہ کیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا شرک اور چھپی نفسانی خواہش۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک میں مبتلا ہوگی فرمایا کہ میری امت یقیناً سورج، چاند یا بت اور پتھر کی پرستش نہیں کرے گی۔ لیکن وہ اپنے عمل کی نمائش اور ریاء کرے گی۔ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ شرک ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اسی طرح حضور ﷺ کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ شرک اتنا باریک ہوتا ہے کہ جس طرح کالی چیونٹی اندھیری رات کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں کالے پتھر پر چلتی ہے تو نظر نہیں آتی اُسی طرح شرک انسان میں داخل ہو جاتا ہے اور محسوس نہیں ہوتا۔

ریاکار آدمی جب لوگوں کے درمیان اپنی عزت وشہرت کی نیت رکھتا ہے تو اس کی یہ نیت شرک بن جاتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ریاکار لوگوں کے تعلق سے فرمایا گیا کہ قیامت کے دن جب لوگوں کو اپنے اپنے عمل کا بدلہ مل رہا ہوگا۔ خدا تعالیٰ ریاکار لوگوں سے کہے گا کہ تمہارے لیے ہمارے یہاں کچھ نہیں تم انکے پاس جاؤ جن کو دکھانے کے لئے دنیا میں عمل کیا کرتے تھے ایک حدیث میں تین لوگوں کا قصہ بیان کیا گیا کہ ایک سخی

کہلانے کی نیت رکھتا تھا' ایک عالم کہلانے کی نیت اور ایک شہید کہلانے کی نیت رکھتا تھا جس پر جہنم میں اوندھے منہ گھسیٹ کر ڈال دیا جائے گا۔

یادگار پرستی بھی شرک کا ذریعہ بنتی ہے

وَاِذَا ذَکَرۡتَ رَبَّکَ فِی الۡقُرۡاٰنِ وَحۡدَہٗ وَلَّوۡا عَلٰۤی اَدۡبَارِہِمۡ نُفُوۡرًا

ترجمہ : جب تم قرآن میں اپنے ایک ہی رب کا ذکر کرتے ہو تو وہ نفرت سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

(بنی اسرائیل:۴۶)

وَاِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَحۡدَہُ اشۡمَاَزَّتۡ قُلُوۡبُ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ وَاِذَا ذُکِرَ الَّذِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِذَا ہُمۡ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ (سورہ الزمر:۴۵)

ترجمہ: جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل کڑھنے لگتے ہیں اور جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر ہوتا ہے تو یکایک وہ خوشی سے کھل اٹھتے ہیں۔

ذٰلِکُمۡ بِاَنَّہٗۤ اِذَا دُعِیَ اللّٰہُ وَحۡدَہٗ کَفَرۡتُمۡ ۚ وَاِنۡ یُّشۡرَکۡ بِہٖ تُؤۡمِنُوۡا ؕ فَالۡحُکۡمُ لِلّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡکَبِیۡرِ (سورہ المومن:۱۲)

ترجمہ : جب صرف اکیلے اللہ کا نام لیا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کر لیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے۔

انسانوں کی یہ ایک عام عادت ہے کہ وہ اپنی قوم کے بڑے لوگوں کی یاد کو قائم و باقی رکھنے کیلئے یا تو ان کے مجسمے بناتے ہیں یا ان کی تصاویر بناتے ہیں یا ان کے استعمال کی چیزوں کو تبرک کے طور پر محفوظ رکھتے ہیں۔ تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ انسانوں نے جب بھی اپنی قوم کے لوگوں کی یادگار کو قائم کیا وقت گذرنے کے بعد شیطان نے ان کی قوم کو آہستہ آہستہ بہکا کر شرک میں مبتلا کر دیا۔ چنانچہ یہ یادگار پرستی سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں شروع ہوئی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورۂ نوح آیت ۲۳ میں جو نام وَد، سواع، یغوث اور یعوق اور نسر کے آئے ہیں وہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے

بزرگ تھے۔ بعد میں معبودوں کی حیثیت سے پرستش کئے جانے لگے۔ جب وہ انتقال کر گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا کیا کہ ان صالحین کی یاد کو قوم میں باقی رکھنے کیلئے ان کے بیٹھنے اٹھنے کے مقامات پر پتھروں اور ستونوں کے نشان قائم کئے جائیں۔ چنانچہ پتھروں اور ستونوں کو ان ہی کے الگ الگ ناموں سے موسوم کر کے رکھا گیا۔ پھر نسل در نسل گذرنے کے بعد آہستہ آہستہ ان کے مجسمے بنا دیئے گئے۔ لیکن ان مجسموں کی عبادت اس وقت تک نہیں ہوئی جب تک واقف کار لوگ موجود تھے۔ جب لوگوں میں سے علم اٹھ گیا اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل نے جگہ لی تو ان بزرگوں کے ادب واحترام میں پھول مالائیں اور تبرک چڑھائے جانے لگا اور پھر آہستہ آہستہ ان مجسموں کی عبادت شروع ہوگئی۔ دنیا کی دوسری قوموں میں بھی لوگ پہلے مجسمے اور تصاویر بناتے ہیں اور پھر بعد کی نسلیں ان مجسموں کی پرستش شروع کر دیتی ہے۔ چنانچہ گوتم بدھ اور مہاویر جی کی تو پہلے پرستش نہیں ہوتی تھی لیکن بعد میں ان کے مجسمے بنائے گئے اور ان مجسموں کے ساتھ ان کے استعمال کی چیزوں کی بھی پرستش ہونے لگی۔ اسی طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بی بی مریم کی یادگار کیلئے ان کے خیالی مجسمے اور تصاویر بنائے اور ان کی پیدائش کے مقام کو متبرک بنا کر یادگار کیلئے باقی رکھا۔ پھر آہستہ آہستہ ان پر پھول مالائیں چڑھائی جانے لگیں ان کا دیدار کرنے اور ان کو نگاہوں میں رکھنے کیلئے گھر کی دیواروں، دفاتر اور دکانوں میں اور میز، کرسیوں پر اور سواریوں پر ان کی تصاویر اور مورتیاں رکھی جانے لگیں اور کام دھندا شروع کرنے سے پہلے سواریوں کو چلانے سے پہلے ان تصاویر اور مورتیوں کا دیدار کیا جاتا پھول مالائیں ان پر چڑھائی جاتیں اور ان کی پرستش کرنے کے بعد ان ہی کے نام سے کاروبار شروع کئے جاتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں خدا کی عبادت کرنے کی جگہ عبادت گاہوں میں بھی ان مورتیوں اور تصاویر کو سامنے رکھا جاتا اور خدا سے بڑھکر اُن ہی کے خیالات میں گم رہنے کی تعلیم دی جاتی ہے اور ان کو سجدے اور رکوع کئے جاتے اور دعائیں مانگی جاتی ہیں اور ان کو بھی عبادت کے لائق سمجھا جاتا ہے۔

اسلام نے شرک کے تمام راستوں کو بند کیا اور انسانوں کو توحید کی صاف صاف تعلیم دی۔ چنانچہ حضور ﷺ نے تاکید کے ساتھ یہ حکم دیا کہ میری زندگی کے بعد میری قبر کو سجدہ گاہ مت بنانا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا غضب اور لعنت ہو ان لوگوں پر جنھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا (امام مالک)۔ مسلم کی ایک روایت میں آپ ﷺ نے قبر کو پختہ کرنے اس پر عمارت بنانے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ یادگار پرستی کے یہ جنون نے مسلمانوں کو بھی لے ڈوبا اور وہ اپنے نبی کی ہدایات کو بھی پس پشت ڈال کر حد سے آگے بڑھ گئے اور یہ ذہن نشین نہیں رکھا کہ جب ان کے نبی ﷺ نے یہود ونصاریٰ اور دوسری قوموں پر انکی قبروں کو سجدہ گاہ بنانے پر لعنت فرمائی تو کیا وہ اگر اپنے ولیوں اور بزرگوں کی قبروں پر عمارت بنا کر ان میں چراغ روشن کریں اور وہاں مسجد بنا کر ان قبروں کو سجدہ گاہ بنائیں اور سجادہ نشین کو وہاں بٹھائیں تو یہ لعنت ان پر نہیں ہوگی۔ کیا صرف یہود ونصاریٰ یا دوسری قومیں نبی کی اس لعنت کے مستحق ہیں؟ کیا مسلمان اس سے بَری ہیں؟ آخر مسلمانوں کو اپنے نبی کی یہ تاکید کیوں یاد نہیں ہے؟ وہ کیوں قرآن اور حدیث پر نظر نہیں رکھتے؟

مسلمانوں نے توحید سے دوری اور شرک سے ناواقفیت کی بنا پر بزرگوں اور ولیوں کی قبروں، مزاروں اور آستانوں کو یادگار کے لیے شاندار طریقوں سے برقرار رکھا اور ان پر بڑی بڑی عمارتیں اور گنبدیں بنائے اور غیر مسلموں کے مقابلے ان کی یہ یادگاریں نہ صرف بستی، شہر اور ملک بلکہ پوری دنیا میں ممتاز بن گئی ہیں اور وہاں مسجدوں سے زیادہ لوگوں کا مجمع ہوتا ہے۔ صحابہ کی قبروں اور مزاروں کی اتنی شہرت نہیں جتنی بزرگوں اور ولیوں کے مزارات کی شہرت ہے۔ چنانچہ آج مسلم معاشرے میں درگاہیں، گنبدیں، آستانے، چھلّے، جھنڈے، علَم، تعزیئے، کربلا کا میدان اور اس کی مٹی، جنت کے دروازے، قبروں کی تصاویر وغیرہ یہ سب اُسی یادگار پرستی کا نتیجہ ہیں جو اپنے نبی ﷺ کی تاکیدوں کو نظر انداز کر کے بنائی گئیں۔ جن کے ذریعہ اپنے علاقوں کے بزرگوں کی یادگار کو باقی رکھا گیا جو بعد میں چل کر آہستہ آہستہ انسانوں کا مرکز عقیدت بن گئے ان پر جبینِ نیاز خم ہونے لگے اور ہاتھ

پھیلائے جانے لگے اور وہاں وہ سب کچھ ہونے لگا جو اللہ کے حقوق میں شامل ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیعت رضوان کے مقام پر لوگ جا جا کر نفل نمازیں پڑھنے لگے اس لیے کہ اس درخت کے نیچے حضور ﷺ نے صحابہ سے بیعت لی تھی۔ اس لیے وہ مقام ان کی نظروں میں متبرک بن گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جیسے ہی اس کی اطلاع ہوئی آپ نے فوراً اس درخت کو کٹوا دیا اور وہاں لوگوں کو نماز پڑھنے سے منع کر دیا۔ اگر وہ درخت اور مقام یادگار کے لیے آج برقرار رکھا جاتا تو شائد لوگ اس درخت اور مقام کی پرستش ہی شروع کر دیتے۔ حجر اسود کے تعلق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھلے طور پر یہ فرمادیا کہ اے پتھر! تو ایک پتھر ہے تجھ میں نفع ونقصان کی کوئی طاقت ہی نہیں۔ اگر حضور ﷺ نے تجھے بوسہ نہ دیا ہوتا تو ہم بھی تجھے بوسہ نہ دیتے۔

چنانچہ ایمان کی کمزوری اور شرک سے پوری طرح ناواقفیت اور اپنے نبی کی تاکید کو نظر انداز کر کے ہر علاقے کے مسلمانوں نے اپنے اپنے بزرگوں اور ولیوں کی قبروں کو یادگار کے لیے قائم رکھنا شروع کیا تو اس کی سب سے پہلی شکل یہ رہی کہ ان کو عام قبروں کے مقابلے پختہ بنایا گیا۔ تا کہ وہ عام قبروں کے ساتھ مٹنے نہ پائیں۔ عام قبروں پر پھول ہوتے تو عقیدت واحترام کے طور پر ان قبروں پر پھولوں کی چادریں چڑھائی جانے لگی پھر آہستہ آہستہ پھولوں کے ساتھ ساتھ ان خاص قبروں پر عمدہ کپڑوں کی چادریں چڑھائی جانے لگی پھر عقیدت ومحبت اتنی بڑھی کے عام قبروں سے ممتاز کرنے کیلئے اور برسہا برس یادگار کے لیے قائم رہنے اور بعد کی نسلوں کو اپنے بزرگوں کو یاد دلانے کیلئے ان پر پختہ عمارتیں اور شاندار گنبد بنائے جانے لگے۔ اور مقبروں کو سجایا گیا اور سجادے اپنا دربار سجانے لگے اور ہر سال پابندی کے ساتھ عرس کیا جانے لگا اور لوگوں کو دعوت ناموں کے ذریعہ زیارتِ قبر دی جانے لگی۔

پھر لوگ مرید بن کر درگاہوں سے اپنا تعلق قائم کرنے لگے اور ہر سال سفر حج کی طرح ان قبور کی زیارت کے لیے سفر کیا جانے لگا اور شریعت کے حدود توڑ کر قوالی، رقص وسماع کی محفلیں رات رات بھر کیلئے منعقد کی جانے لگیں۔ لوگ نماز، ذکر اور تلاوت سے زیادہ قوالی

اور رقص وسماع کی محفلوں میں بیٹھنے کے عادی بن گئے۔عرسوں کی محفلوں میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط کیا جاتا۔ بے حیائی بے پردگی اور بے دینی کا ماحول گرمایا گیا اور لوگوں کو گمراہی کی تعلیم دیتے ہوئے اپنی دعائیں، منتیں، مرادیں اور فریادیں اُن ہی بزرگوں اور ولیوں کو پیش کرنے کی تعلیم دی گئی۔ یہاں تک کہ قبروں پر درخواستیں لٹکائی گئیں۔عورتوں مردوں کو باقاعدہ قبروں کو بوسہ دینے، سجدہ کرنے کی مشق کروائی گئی اور خدائے تعالیٰ کی عبادت کی طرح قبر کے سامنے قیام، رکوع، سجدہ اور دعا اور طواف کرایا گیا اور لوگوں نے کعبہ سے زیادہ ولیوں کی قبر کا احترام کرنا شروع کیا۔طواف کعبہ کی جگہ قبروں کا طواف شروع ہوگیا۔کعبہ جاکر نماز ادا ہوجانے کے بعد پیٹھ بتلاکر واپس ہونے کے عمل کے خلاف درگاہ کی قبر کو الٹے پاؤں پیٹھ نہ بتلاکر واپس آنے کا ادب سکھایا گیا۔جوتے چپل کعبۃ اللہ میں لے جاسکتے ہیں مگر قبر کے پاس لے جانے کو بے ادبی بتلایا گیا سجادہ نشینوں نے اپنے اپنے بزرگوں کو ان کے مقام سے آگے بڑھایا اور اپنے اپنے بزرگوں کے تعلق سے جھوٹی کہانیاں اور کرامتیں لکھ کر لوگوں میں عقیدت بڑھائی اور ایسا لٹریچر اور وعظ ہونے لگے جو خدا کو چھوڑ کر بزرگوں کی بندگی کا ادب سکھاتا تھا اور بزرگوں کو خدا اور بندوں کے درمیان واسطہ و وسیلہ ٹھرایا گیا اور تیزی کے ساتھ شرکیہ عقائد و اعمال پوری دنیا کے مسلمانوں میں عام ہوگئے اور لوگ توحید سے منحرف ہوکر شرکیہ عقائد و اعمال میں مبتلا ہوگئے اور لوگوں کو عقیدت مسجدوں سے زیادہ درگاہوں سے بڑھ گئی اور وہ ہر حاجت و ضرورت میں درگاہوں سے رجوع ہونے لگے۔درگاہوں کیلئے جائیدادیں اور مکانات وقف کیئے جانے لگے اور درگاہوں پر مردوں اور عورتوں کا ہجوم ہونے لگا۔ کوئی قبروں کی جالیوں کو پکڑ کر روتا، کوئی بزرگ کی دہائی پکارتا۔کوئی بزرگ کا نام لے کر المدد کہتا۔باقاعدہ قبر کو کعبہ کی طرح غسل دیا جاتا اور اس کا غلاف بدلہ جاتا اور تبرک تقسیم کیا جاتا ہے اور بعض درگاہوں کی قبروں کی تصاویر اپنے گھروں میں برکت کیلئے لگانے لگے۔ اسی طرح جھنڈا اور علَم بھی اپنے اپنے بزرگوں کی یادگار پرستی کا ایک ذریعہ بنایا گیا اور پھر جھنڈے کو بھی ایک مقام پر بت کی طرح نصب کیا جانے لگا اور اس پر پھول مالائیں چڑھائی

جانے لگیں۔جھنڈے اور علَم سے منتیں مرادیں دعائیں کی جانے لگیں اور علَم کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان والوں کی یاد کا ذریعہ بنادیا گا اور ہر سال علَم اور تعزیوں کے ذریعہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان والوں کی یاد منائی جانے لگی۔غرض گمراہ مجاوروں اور صوفیوں نے محض اپنے مفاد کی خاطر ان شرکیہ عقائد و اعمال کی ترغیب لوگوں کو دے کر شرک میں مبتلا کردیا اور نوح علیہ السلام کی قوم سے زیادہ امت مسلمہ شرکیہ عقائد میں آگے بڑھ گئی اور قرآن مجید کی تعلیمات کے خلاف مسلمانوں میں بھی شرکیہ عقائد و حرکات ہونے لگیں اور جس قوم کا اثاثہ توحید تھا وہ ختم ہوگیا اور دوسری قوموں کی طرح ان کے پاس بھی شرک اور توحید کا ملا جلا مُرَبّا تیار ہوگیا۔اسلام نے تصویر بنانے اور مورتی بنانے سے سخت منع کیا ہے اس لیے کہ یہ شرک کا دروازہ کھولتی ہے چنانچہ یہود اور عیسائیوں میں ایسی تصویر اور مورتیاں بنانے سے تصویر پرستی اور بت پرستی کا رواج عام ہوا۔

خدا کے پاس دیوی دیوتاؤں اور بزرگوں کے وسیلے سے جاننے کا مشرکانہ تصور

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ط

ترجمہ : اور جنھوں نے اللہ کے سوا مددگار ٹھہرالئے ہیں کہتے ہیں کہ ہم تو ان کو محض اس لیے پوجتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ سے قریب کردیں۔ (زمر:۳۷)

ہر زمانے میں انسانوں میں شرک کے پیدا ہونے کی ایک وجہ یہ بھی رہی کہ اکثر مشرک انسان خدا اور بندوں کے درمیان وہی نسبت سمجھتے ہیں جو ایک قاہر و جابر بادشاہ اور اس کی رعایا کے درمیان ہوتی ہے۔ان کا یہ خیال ہوتا ہے کہ جب دنیوی بادشاہ کے دربار تک عام اور معمولی لوگوں کی رسائی دربار کے کسی وزیر اور مقرب کے بغیر ممکن نہیں ہوتی تو اتنی بڑی کائنات کا خدا بھی ویسا ہی ہوگا اُسی طرح وہ اللہ کے دربار میں بھی اس کے مقربوں اور

سفارشوں کے بغیر رسائی ممکن نہیں سمجھتے ہیں۔ اسی لیے اس کے پاس بھی کسی واسطے یا وسیلے سے جانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ ان کا خیال ہے کہ اس کے بغیر وہ ہماری التجائیں اور فریادیں نہیں سنے گا۔ حضور ﷺ کے زمانے میں عرب کے حالات پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ مشرکانِ عرب بھی خدا کے منکر نہیں تھے اور نہ خدا کی بنیادی صفات میں سے کسی صفت کا انکار کرتے تھے۔ وہ ساری کائنات کا خالق، مالک، رب تو صرف اللہ ہی کو مانتے تھے اور اپنی تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو اسی کا دین اور عطیہ مانتے تھے۔ لیکن وہ یہ تصوّر رکھتے تھے کہ جس طرح دنیا کے معمولی بادشاہ کے پاس ہر عام آدمی کی پہنچ نہیں ہوسکتی اور اس کے خاص درباریوں، مقربوں اور دوستوں کے ذریعہ جانا پڑتا ہے اُسی طرح شہنشاہ کائنات کے پاس بھی اس کے دوستوں اور مقربوں کے ذریعہ ہی پہنچا جاسکے گا اس لیے وہ گذرے ہوئے نیک انسانوں، فرشتوں، دیوی دیوتاؤں وغیرہ کو بھی خدا تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ ہر زمانے میں یہی خیالی تصوّر لے کر مشرک انسانوں نے خدا کے پاس دیوتاؤں اور بزرگوں کے واسطے اور وسیلے سے جانے کا تصوّر قائم کیا اور ان ہی کے ذریعہ جانے کا طریقہ بنایا۔
اس تصوّر کی وجہ سے ان کو راضی اور خوش کرنے کیلئے ان کی بھی پرستش شروع کردی گئی چنانچہ ان کی تصویریں اور مورتیاں بنائی گئیں اور جس طرح خدا کے لیے کعبہ اور مسجدیں تھیں تو ان کے لیے الگ الگ اَستھان اور عبادت خانے (عبادت کی جگہ) تھے۔ خدا کیلئے قربانی اور طواف تھا تو ان کے لیے بھی طواف اور قربانی کے طریقے اختیار کئے گئے۔ خدا کے لئے قربانی اور نیاز و نذر کے جانور مقرر تھے تو ان معبودوں کیلئے بھی قربانی کے جانور، نذر و نیاز کے جانور چھوڑے اور چڑھائے جانے لگے۔ خدا نے انسانی جانوں کی قربانی کا مطالبہ نہیں کیا مگر ان باطل معبودوں کیلئے بعض حالات میں انسانی جانوں کی بھینٹ بھی چڑھائی جانے لگی۔ خدا نے انسانی مالوں میں زکوٰۃ کا ایک حصہ مقرر کیا تو ان کے نام پر بھی خیر خیرات ہونے لگی۔ خدا کا نام بڑائی کیلئے پکارا جاتا تو ان دیوی دیوتاؤں کی بھی جے جے ہونے لگی۔ خدا سے

دعائیں منتیں کی جاتی اور خدا کے سامنے عاجزی اور ذلت کا اظہار کیا جاتا تو ان سے بھی دعائیں منتیں کی جاتیں اور انکے سامنے سجدے کئے جاتے اور عاجزی و تذلّل کا اظہار کیا جاتا، خدا کے نام پر کھلایا جاتا تو ان کے نام کا بھی تبرک تقسیم کیا جاتا۔

اسلام نے انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ خدا کو دنیا کے بادشاہوں کی طرح مت سمجھو اور یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کا دربار دنیا کے بادشاہوں کی طرح ہے کہ وہاں جب چاہو نہ جاسکو۔ اللہ تعالیٰ کا دربار اپنی نوعیت کا نرالہ دربار ہے وہاں آدمی جب چاہے جاسکتا ہے اس کے دربار میں رسائی کے لیے کسی واسطے یا وسیلہ کی ضرورت نہیں، کروڑ ہا مخلوق ہونے کے باوجود بغیر کسی تاخیر اور انتظار کے ہر ہر انسان انفرادی انفرادی طور پر ایک ہی وقت اور ایک ہی گھڑی میں اس سے ربط و تعلق قائم کرسکتا ہے اور نہ صرف دنیا کے لاکھوں کروڑوں انسان بلکہ ہر ہر مخلوق اس سے ایک ہی وقت میں ربط پیدا کرتی پکارتی ہے وہ براہ راست اپنے ہر ہر بندے اور ہر ہر مخلوق کی فرداً فرداً دعائیں اور التجائیں ایک ہی وقت میں سنتا اور پوری فرماتا ہے۔ اس نے بندوں کو بار بار یہ تعلیم دی کہ وہ رحمٰن اور رحیم ہے بے انتہاء مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے اس کو نہ تو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ وہ ہر وقت ہر گھڑی ہر لمحہ اپنی مخلوقات کی فریادوں کو سنتا اور مدد کرتا رہتا ہے۔ وہ انسانوں سے ان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اگر کوئی دنیا کا بادشاہ یہ اعلان کردے کہ اس کے دربار میں لوگ جب چاہیں آسکتے ہیں تو اس کے باوجود اگر کوئی انسان دربار میں جانے کے لیے کسی وزیر یا پہرے دار کا سہارا لینا ضروری سمجھے تو وہ بے وقوف ہوگا۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ اپنے بندوں کی ہر پکار براہ راست سنتا ہے۔ بندہ اُسے جب چاہے پکار سکتا ہے تو پھر وسیلہ اور واسطے لینے کی کیا ضرورت ہے؟

قرآن مجید کی کھلی تعلیم کے باوجود غیر مسلم تو غیر مسلم مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد نے مشرک انسانوں کی طرح خدا کے پاس بزرگوں کے واسطے اور وسیلہ کے ذریعہ جانے کا تصوّر

قائم کرلی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ وہ گناہوں میں لت پت ہیں ان میں اتنی سکت نہیں کہ وہ اللہ سے درخواست کریں کہ وہ انکے گناہ معاف کردے ان کی فریادیں سن لے اوران کی ضرورتیں پوری فرمادے جس طرح دنیا کے بادشاہوں کے پاس اس کے وزیروں، دوستوں اور رشتے داروں اور مقربوں کے ذریعہ جایا جاتا ہے اُسی طرح اللہ کے پاس بھی بزرگوں اور نیک انسانوں کے ذریعہ جانا چاہیئے تاکہ ہم اللہ تک پہنچ جائیں۔

انسانی بادشاہ کی مثال

ایسے انسانوں کو غور کرنا چاہیئے کہ انسانی بادشاہ مجبور محتاج ہوتا ہے بغیر وزیر فوج اور پولیس کے وہ حکومت نہیں کرسکتا۔ اس کے ماتحت وزیر اور آفیسر ظلم وزیادتی کرتے ہیں اور رشوت لیتے ہیں تو اسکی خبر تک اسکو نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ بادشاہ اتنا مجبور ہوتا ہے کہ خود اس کے محل کے باہر اور کمروں کی دیواروں کے پیچھے اور اندھیرے اور ویرانے میں کیا ہورہا ہے نہ سن سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے۔ وہ خود اسباب کا محتاج ہوتا ہے وہ دیکھنے میں محتاج، سننے میں محتاج، سمجھنے میں محتاج ہوتا ہے۔ لیکن کائنات کا یہ شہنشاہ انسانی بادشاہ کی طرح نہیں۔ اس کو انسانی بادشاہ سے تشبیہ دینا گمراہی ہے۔ اس میں اور مخلوق میں کوئی مثال اور برابری ہی نہیں وہ بغیر اسباب کے سب کچھ دیکھتا سب کچھ جانتا اور سب کچھ سنتا ہے یہاں تک کہ اندھیری رات میں کالے پتھر پر کالی چیونٹی کے چلنے کو خود دیکھتا اور اس کے چلنے کی آواز تک خود ہی سنتا بھی ہے۔ خدا کی حکومت انسانی بادشاہ کی طرح نہیں۔ اسی لیے خالق کو مخلوق سے تشبیہ نہیں دی جاسکتی۔ رب عظیم کو انسانی بادشاہ سے تشبیہ نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ انسان کو خود اپنی ہی خبر نہیں ہوتی، انسان محتاج ہے، خدا محتاج نہیں۔

مسلمانوں نے بزرگوں کے ذریعہ خدا تک جانے کا تصوّر کو لے کر زیادہ تر درگاہوں اور مزاروں کو شرک کا ذریعہ بنادیا اور مزارات کے پاس وہ تمام شرکیہ افعال کرتے ہیں

جو غیر مسلم اپنے باطل معبودوں کے پاس کرتے ہیں۔ مسلم معاشرے میں درگاہ پرستی، علم پرستی اور جھنڈا پرستی، تعزیہ پرستی وغیرہ کا رواج عام ہونا دراصل اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ مسلمان خدا کی صحیح پہچان سے دور ہیں۔ وہ خدا کو ایک خاندانی، رسمی، روایتی، نسلی عقیدہ کے تحت مانتے ہیں خدا ان کے زندہ یقین کا حصہ نہیں چنانچہ اس خلا کو پُر کرنے کیلئے درگاہ پرستی، قبر پرستی، بزرگ پرستی وجود میں آئی جس کا اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلق ہی نہیں اور مسلمانوں کی اکثریت حقیقی اور شعوری ایمان سے خالی ہے۔

چنانچہ مسلمان کا کتابی دین الگ ہے اوران کے زندگی گزارنے کا دین الگ ہے، جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں جو کتابی دین تھا وہی ان کی زندگی، سماجی اور معاشرت کا دین تھا۔ وہ کتاب اور سنت کے عملی نمونہ اور مثال تھے۔ ان کو دیکھ کر کتابی دین کو سمجھنا بہت آسان تھا اور موجودہ زمانے میں مسلمانوں کو دیکھ کر مسلمان سمجھنا بہت مشکل ہوگیا ہے۔ قبر پرستی، جھنڈا پرستی کی وجہ سے غیر مسلموں پر اسلام کا امیج بہت خراب پڑ رہا ہے۔ جس کا اسلام سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

ستاروں کی پرستش بھی شرک ہے

وَمِنْ اٰیَاتِہِ اللَّیْلُ وَالنَّھَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَھُنَّ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ (حم سجدہ)

ترجمہ: اوراس کی نشانیوں میں سے رات اور دن سورج اور چاند ہیں نہ سورج کو سجدہ کرو نہ چاند کو، اور سجدہ کرو اس خدا کو جس نے اُن کو پیدا کیا ہے، اگر تم اُسی کی بندگی کرتے ہو۔

انسانوں کی زندگیوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ تقریباً تمام بت پرست اور مشرک قومیں ہر زمانے میں سورج چاند اور دوسرے ستاروں اور سیاروں کی پرستش کرتی تھیں اور آج بھی کرتی ہیں۔ بظاہر دنیا میں بہت سی باتیں مثلاً موسموں کا آنا، رات دن کا بننا،

گرمی سردی اور روشنی کا ملنا اور دوسرے تغیرات سورج، چاند اور ستاروں کی گردش سے ہوتے رہتے ہیں اسی لیے مشرک قوموں کا یہ عقیدہ تھا اور ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ ستاروں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ چونکہ لوگ ان کو نافع اور ضار مانتے ہیں اس لئے ان کی پرستش کی جاتی ہے اور ان کو بھی خدا مانا جاتا ہے۔

ستاروں سے نفع ونقصان کا تصور

عرب کے مشرکوں کا یہ عقیدہ تھا کہ ستاروں ہی کی وجہ سے نفع اور نقصان ہوتا ہے وہ کسی ستارہ کو اچھا اور کسی کو منحوس تصوّر کرتے تھے۔ جنگ، حکومت کے کاروبار وغیرہ میں بھی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار ستاروں ہی سے خیال کرتے تھے۔ چنانچہ موجودہ زمانے میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بعض ستاروں کے نکلنے پر مثلاً جیسے دُمدار ستارہ نظر آجائے تو مشرک انسانوں میں اَن پڑھ اور جاہل ہی نہیں بلکہ پڑھے لکھے لوگ بھی دنیا میں تباہی وبربادی، جنگ اور قحط کا تصوّر رلیتے ہیں اور کسی حکومت یا صدر، بادشاہ کی حکومت ختم ہونے کا اعتقاد پیدا کرلیتے ہیں اور پریشانی کا اظہار کرتے ہیں اکثر انسان یہ کہتے ہیں کہ میرے ستارے ٹھیک نہیں اس لیے مجھے یہ گردش اور پریشانی آئی ہے جو بالکل غلط اور گمراہ خیال ہوتا ہے۔ علمِ نجوم کے نام پر لوگوں کو ان کی قسمت کا حال بتلا کر دھوکہ دیا جاتا ہے۔ یہ ساری باتیں غلط اور گمراہ عقائد اور توحید سے دوری کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ کائنات کے تمام کاروبار اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشا سے ہوتے ہیں نہ کہ ستاروں کی گردش سے۔

عرب میں سردیوں کے موسم کو قحط وافلاس کا موسم تصوّر کیا جاتا تھا۔ سخت سردی کی وجہ سے اس زمانے میں پورے ملک کی تجارتی سرگرمیاں ٹھپ ہوجاتی تھیں۔ اسی وجہ سے اہلِ عرب جاڑے کے موسم کو منحوس کہتے تھے۔ آمدورفت اور تجارت کی تمام سرگرمیاں زیادہ تر گرما کے موسم میں ہوا کرتی تھیں اور شعریٰ (ایک ستارہ کا نام) کے طلوع ہونے کا

زمانہ بھی گرما کا موسم تھا۔ اس وجہ سے ساری خیر وبرکت اسی کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اس ستارے کی باقاعدہ پوجا اور پرستش کی جاتی تھی۔ انسانی تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ ہر زمانے میں مشرک قوموں کے پاس ستاروں کی پرستش کا رواج تھا اور سورج کو سب سے بڑا دیوتا اور خدا مانا جاتا تھا اور اس کی پرستش وعبادت کی جاتی تھی اور آج بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں ستاروں کی پرستش کی جاتی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات میں باقاعدہ سورج، چاند اور ستاروں کی حقیقت کو سمجھایا گیا کہ وہ اگر خدا ہوتے تو غروب نہیں ہوجاتے۔ ان میں بار بار تغیر نہ آتا۔ اُن میں عروج وزوال کا آنا اور ان کا طلوع وغروب ہونا تغیر کی علامت ہے۔ ان پر گہن کا لگنا نقص اور عیب کی علامت ہے کہ ان کے طلوع اور روشن ہونے کے اوقات میں ان کا بے نور ہوجانا اس بات کی کھلی دلیل اور علامت ہے کہ وہ خدا نہیں۔ وہ اپنے اندر کوئی نفع ونقصان کی طاقت نہیں رکھتے فرعون اور اس کی قوم کے لوگ بھی ستاروں کی پرستش کرتے تھے اور سب سے بڑا دیوتا سورج کو مانتے تھے اور بادشاہ کو آفتاب دیوتا کا بیٹا سمجھا جاتا تھا۔ فرعون کے لفظی معنی سورج دیوتا کی اولاد ہے۔ موجودہ زمانے میں بہت سے پڑھے لکھے مشرک لوگ صبح نہا دھو کر سورج طلوع ہوتے وقت اس کی طرف رخ کرکے اس کی پوجا کرتے اس کو سجدہ اور رکوع کرتے اور ہاتھ جوڑ کر اس کی طرف کھڑے ہوجاتے ہیں۔ پھر وہ خدا کو بھی مانتے ہیں جس طرح زمانۂ جاہلیت میں عرب کے مشرکین اپنے آپ کو چاند اور سورج کا بندہ ظاہر کرکے نام رکھتے مثلاً عبدالشّمس، عبدالمناف وغیرہ اُسی طرح موجودہ زمانے میں مشرک لوگ سورج اور چاند کی عبدیت میں نام رکھتے ہیں۔

ستاروں کی گردش سے زندگی کے کاروبار شروع کرنے کا عقیدہ

مشرک انسان اپنی زندگی کے تمام کاروبار تقریباً ستاروں ہی کی گردش کے حساب سے شروع کرنے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اسی وجہ سے وہ مختلف دنوں، مہینوں، تاریخوں اور اوقات کو

منحوس اور نا مبارک سمجھتے ہیں اور اپنے پنڈتوں سے ستاروں کی گردش کے اچھے اوقات ”شبھ گھڑی“ معلوم کر کے اپنے شادی، بیاہ، تجارت، سفر، مکان، دوکان کی شروعات کرتے ہیں اور تمام کاموں کو پنڈتوں کے بتلائے ہوئے اوقات، دن، تاریخ اور مہینے کے حساب سے ہی انجام دیتے ہیں اسی طرح جنم پتری کے نام پر لڑکا اور لڑکی کی شادی کی تاریخ مقرر کی جاتی ہے اور دولھا دولہن کو ملایا جاتا ہے اور بعض دن تاریخ اور مہینوں میں میاں بیوی کو علیحدہ بھی رکھا جاتا ہے۔ اگر کوئی پنڈت کہتا ہے کہ ابھی ستارے ٹھیک نہیں ہیں اسی لیے فلاں مہینہ، فلاں دن اور فلاں وقت، شادی یا کاروبار شروع نہیں کیئے جاسکتے۔ یا لڑکا لڑکی کو نہیں ملایا جاسکتا تو ان اوقات کو مشرک لوگ منحوس سمجھتے اور اپنے کاموں میں نقصان اور ناکامی کے ڈر سے دور رہتے ہیں۔ اسلام نے انسانوں کو ان تمام غلط عقائد اور مشرکانہ اعمال سے نکالا اور یہ تعلیم دی کہ شر اور خیر تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی مشیّت اور مرضی سے ہوتی ہیں۔ نفع ونقصان کا اختیار سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ تمام دن، مہینے، تاریخ اور وقت اللہ تعالیٰ نے بنائے اور سب چیزوں کا مالک اللہ ہے۔ ستاروں کی گردش بھی اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہے۔ اگر وہ رات کو روک لے تو کوئی دوسرا نہیں جو دن کو لا سکے اور اگر وہ دن کو روک دے تو کسی دوسرے میں طاقت نہیں کہ وہ رات کو لا سکے۔ دن، تاریخ، مہینے اور وقت کو منحوس اور برا اور نامبارک سمجھنا انسانی سوچ اور فکر کی غلطی ہے۔ حضور ﷺ نے یہ تک تعلیم دی جس کا (مفہوم) ہے کہ لوگوں کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو زمانے کی شکایت کرتے اور اس کو برا کہتے ہیں اور ارشاد فرمایا زمانے کو گالی نہ دیا کرو۔ پھر ارشاد فرمایا کہ خدا ارشاد فرماتا ہے کہ مفہوم آدم کا بیٹا زمانے کو برا کہہ کر مجھے برا کہتا ہے حالانکہ زمانہ میں ہوں میرے ہی قدرت میں تمام دن رات کے کام کاج انجام پاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ لوگ زمانے کو خالق سمجھ کر برا کہتے ہیں۔ زمانے کو برا کہنا خدا کو برا اور خدا کو گالی دینا ہے۔ اس لئے کہ زمانے کا خالق بھی اللہ ہی ہے۔ اسی لیے کوئی دن، کوئی مہینہ اور کوئی تاریخ اور کوئی وقت نہ منحوس ہے

اور نہ مبارک۔ انسان خود اپنے اچھے اور برے عمل سے اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے وقت، دن، تاریخ اور مہینے کو برا اور منحوس بناتا ہے یا اچھا اور مبارک بناتا ہے۔ جس دن اور وقت میں انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرے گا وہ دن اور وہ وقت اس کے لیے مبارک اور مسعود بن جائے گا اور جس تاریخ اور وقت میں وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بغاوت کرے گا وہ وقت اور تاریخ اس کے لیے وبال جان اور منحوس بن جائے گی۔ سب دن سب مہینے اور سب تاریخ اللہ کے ہیں اسلئے کوئی دن کوئی مہینہ اور کوئی وقت نہ منحوس ہے اور نہ مبارک۔ وہ صرف انسانوں کے اعمال سے اچھا یا برا بنتے ہیں۔ اس میں دن اور تاریخ کا کوئی قصور نہیں انسان اپنے عمل کو تو برا نہیں سمجھتا مگر دن تاریخ اور مہینوں اور وقت کو برا اور خراب سمجھتا ہے۔ مسلمان بھی توحید سے دوری اور شرک سے ناواقفیت کی بناء پر غیر مسلموں کی طرح مشرکانہ عقائد میں گرفتار ہو گئے۔ اور وہ بھی مختلف مہینوں، دنوں اور تاریخوں کو نامبارک، منحوس سمجھتے اور ان ایام میں اپنے کاروبار کرنے سے دور رہتے ہیں۔ مثلاً اکثر مسلمان غیر مسلموں کی طرح منگل اور چہارشنبہ کو برا سمجھتے اور چہارشنبہ کو شادی وغیرہ نہیں کرتے۔ ۳ اور ۱۳ تاریخوں کو منحوس سمجھا جاتا ہے ان تاریخوں میں وہ نکاح اور تجارت وغیرہ شروع نہیں کرتے۔ صفر اور محرم کے مہینوں میں بھی وہ برا شگون لیتے اور خاص طور پر نکاح اور سفر نہیں کرتے اور دولہا اور دولہن کو ان مہینوں میں الگ رکھا جاتا ہے۔ کلمہ کا اقرار کرنے کے بعد مسلمانوں کی نگاہیں اللہ پر ہونی چاہئیں۔ اسباب پر نہیں جو لوگ ایمان کا دعویٰ کرنے کے بعد دنوں، مہینوں، تاریخوں اور وقت کو برا سمجھتے ہیں تو وہ گویا توحید خالص سے دور ہیں اور غیر مسلموں کی طرح ستاروں کی پرستش کے شرک میں مبتلا ہیں اس لیے کہ دنوں، مہینوں تاریخوں اور وقت کے بننے کا انحصار اور دارومدار ستاروں اور سیاروں کی گردش پر ہے گویا وہ غیر شعوری طور پر وقت اور تاریخوں اور مہینوں سے نفع ونقصان کا عقیدہ رکھ کر ستاروں کے شرک میں گرفتار ہیں اس لیے اس سے توبہ کرنا چاہئے اور خالص اللہ تعالیٰ ہی کو نفع ونقصان کا مالک ماننا توحید ہے۔

سورج گرہن اور چاند گرہن سے بُرا شگون لیا جاتا ہے

سورج گرہن اور چاند گرہن کو مشرک لوگ آسمانی دیوتاؤں کے غیظ وغضب کی علامت سمجھتے ہیں اور ان کے غیظ وغضب کو کم کرنے کیلئے انکی خیالی مورتیوں کے سامنے گرہن ختم ہونے تک پوجا پاٹ کی جاتی ہے۔ خیر خیرات کی جاتی ہے اور فقیروں اور محتاجوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ عرب کے مشرکین کا خیال تھا کہ جب کوئی بڑا شخص دنیا میں انتقال کر جاتا ہے تو چاند گرہن یا سورج گرہن لگتا ہے۔

حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے جب انتقال کیا تو سورج گرہن لگا ہوا تھا۔ بعض لوگوں نے یہ خیال کیا کہ ان ہی کے انتقال کی وجہ سے سورج گرہن ہوا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جب سنا تو مسجد میں جاکر خطبہ دیا کہ چاند اور سورج خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے (چاند اور سورج گرہن کو کسی کے جینے اور مرنے سے کوئی تعلق نہیں۔

موجودہ زمانے میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ مشرک انسان چاند گرہن اور سورج گرہن کے اوقات میں بڑا خوف کھاتے۔ خوف اور ڈر کی وجہ سے گہن تک کھانا نہیں کھاتے روزہ رکھتے ہیں، عورتیں حاملہ ہوں تو گرہن ختم ہونے تک ان کو لیٹا کر رکھا جاتا ہے اور پیدا ہونے والے بچے کا کان، ناک، ہونٹ کٹ جانے کے عقیدے سے حاملہ عورتوں کو چاقو سے بھاجی اور ترکاری اور میوہ تک کاٹنے نہیں دیا جاتا اور صراحی اور پانی کے برتن کو ڈھانپ کر رکھتے ہیں تاکہ گہن کے اوقات کی روشنی اور گرمی پانی کو نہ لگ جائے۔

ستاروں سے بارش کا تصور

عرب اور موجودہ زمانے کے مشرکین بارش کو نچھتر (ستاروں) کی طرف منسوب کیا کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک کارتی کا تصوّر اسی ستاروں کی وجہ سے ہے کہ فلاں کارتی سے فلاں موسم آتا ہے اور فلاں کارتی سے فلاں موسم۔ چنانچہ وہ یہ تصوّر

رکھتے ہیں کہ بارش کا موسم شروع ہونے سے پہلے اگر کارتی مینڈک، مچھلی پر لگے تو خوب بارش ہوتی ہے۔ اس کے برعکس جانور، درخت، کوئلہ وغیرہ پر لگے تو بارش نہیں ہوتی چنانچہ مشرکین عرب بھی کہا کرتے تھے کہ فلاں نچھتر کے سبب سے ہی ہم پر پانی برسا ہے۔

حُدیبیہ کے موقع پر اتفاق سے رات کو بارش ہوئی۔ صبح کی نماز کے بعد حضور ﷺ صحابہ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا جانتے ہو تمہارے رب نے کیا کہا صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے۔ ارشاد ہوا اس نے فرمایا آج صبح کو میرے بندوں میں سے کچھ مومن ہو کر اٹھے اور کچھ کافر ہو کر جنھوں نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل ورحمت سے ہم پر پانی برسا، وہ تو خدا پر ایمان لانے والے اور ستارہ کا انکار کرنے والے ہیں اور جنھوں نے یہ کہا کہ فلاں نچھتر (ستارہ) سے پانی ہم پر برسا تو وہ خدا کے انکار کرنے والے اور ستارہ پر ایمان لانے والے ہیں۔

چنانچہ بہت سے لوگ قوس قزح نظر آجائے تو کہتے ہیں کہ بارش ہوگی یا پھر بعض کہتے ہیں کہ گھنے جنگلات کی کثرت ہوگی تو بارش ہوگی یا کوئی کہتا ہے کہ مصنوعی بارش ہو رہی ہے۔ یہ سب مشرکانہ گفتگو ہے بارش تو صرف اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت وحکم سے ہوتی ہے۔ جب وہ چاہتا ہے تو ریگستانوں میں بھی موسلا دھار بارش برسا دیتا ہے اور بے موسم بارش برساتا ہے۔ آج کل عرب کے علاقوں میں بھی برف گر رہی ہے۔

جن بھوت کی حقیقت اور تعویذ گنڈے کی حیثیت

قدیم زمانے سے انسان، جنات کے ڈر اور خوف میں مبتلا ہے اہل عرب کا خیال تھا کہ جنّات دیوی دیوتاؤں اور ملائکہ سے ملاقات کرتے اور آسمانوں میں جاکر غیب کی خبریں کاہنوں اور جادوگروں کو بتلاتے ہیں۔ یہ تو واقعہ تھا کہ جنّات آسمانوں تک جاتے تھے اور وہاں سے کچھ باتیں سن کر کاہنوں کو بتاتے تھے آسمانوں تک ان کے جانے کا سلسلہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد ختم ہوا۔ عربوں کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ یہ اگر کسی کو نقصان پہنچانا چاہیں تو پہنچاتے اور کسی کے ساتھ ہمدردی کریں تو انکو فائدہ ہی فائدہ ہوتا ہے گویا

یہ نافع وضار ہیں۔ یہ بات بھی صحیح ہیکہ کاہنوں، جادوگروں اور عاملوں نے ان کا غلط استعمال کر کے انسانوں پر ان کا غلط تصوّر چھوڑا۔ انکا سایہ انسانوں پر سے ہٹانے یا گھروں پر سے قبضہ ہٹانے کیلیئے ان کی خواہشات پوری کی جاتی ہیں اور اسی وجہ سے انسانوں کی ایک بڑی تعداد جادو، جھاڑ پھونک اور سفلی علوم کے فتنوں میں مبتلا ہوگئی ہے۔ عاملوں اور جادوگروں نے ان کو غیب کی باتیں بتانے والا بتلا کر لوگوں کو گمراہی میں مبتلا کیا ہے۔ مشرکین ان سے بہت ڈرتے اور سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے زمین کے تمام معاملات اور اختیارات دیوی دیوتاؤں، مرے ہوئے بزرگوں اور جنّات شیاطین کے حوالے کر دیا ہے، خدا تعالیٰ صرف آسمانوں کا انتظام کرتا ہے جس کو دارالسلطنت کی حیثیت حاصل ہے۔ اس لیے وہ طغیانی اور طوفان کے اوقات میں ڈیم، تالاب، پل، برج وغیرہ کی تیاری میں ان کے جوش اور غضب کو ٹھنڈا کرنے کیلیئے انسانی جانوں کی مشرکانہ قربانیاں پیش کرتے ہیں اور ان کی مورتیاں بنا کر ان کی پوجا پرستش کی جاتی ہے۔ جانوروں کو قربان کر کے ان پر پیش کیا جاتا ہے۔ جس انسان پر جن یا شیطان مسلط ہوتا ہے اس کے سامنے زندہ بکرے کو بلی چڑھایا جاتا ہے اور وہ شخص دانتوں سے اس جانور کا گلہ کاٹ کر بکرے کا خون پیتا ہے اور گرم گرم انگاروں پر وہ ناچتا ہے۔ یہ سب شیطانی کام ہیں۔ اکثر گھروں میں نرسو، کالی ماتا اور لال بیگ وغیرہ کے نام کے بت بنا کر ہر روز ان کی پوجا پرستش ہوتی ہے۔ غیر مسلم تو غیر مسلم مسلمان بھی ان کی پرستش کرتے ہیں۔ جادوگر، عامل ان کو اپنے تابع رکھنے کیلیئے خاص طور پر ان کی مورتیاں بنا کر پوجتے اور کثرت سے لیمبو، مٹھائی، بکرے وغیرہ جیسی چیزیں چڑھاوے میں چڑھاتے اور ان کا مراقبہ کرتے ہیں۔ نیز جاہل عوام اور معصوم لوگوں کو جھوٹی سچی باتیں بتلا کر بیوقوف بناتے ہیں اور لوگوں کو ان کے ساتھ شرک میں ملوث کرتے ہیں۔

اچھی طرح یاد رکھئے کہ دنیا کی دوسری مخلوقات کی طرح جنّات اور شیطان بھی اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہیں اور کائنات میں یہ کسی چیز کے نہ خالق ہیں اور نہ مالک۔ ان میں نفع و نقصان کی

کوئی طاقت و قوت ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور مرضی کے بغیر یہ کسی کو تکلیف نہیں دے سکتے۔ جنّات کو خود بھی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے اور اللہ کے وفادار بندے بن کر زندگی گذارنا ہے۔

جادو ٹونا تعویذ گنڈے اللہ کی مرضی و مشیت کے بغیر کچھ اثر نہیں کر سکتے

جادو ٹونا جھاڑ پھونک میں جادوگر اور عامل لوگ شیاطین کا استعمال کرتے ہیں۔ ان سے بچنے کی آسان دعائیں آیت الکرسی، تعویذ اور اذان ہے۔ قرآن مجید میں گرہوں میں پھونک مارنے والوں کے شر سے پناہ مانگنے کی دعا بتلائی گئی ہے، شرکیہ جھاڑ پھونک شیطانی عمل ہے۔

ایک صحابی نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! ہم جاہلیت میں جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے۔ اب آپ کا کیا حکم ہے؟ ارشاد فرمایا کہ تم اپنے منتر میرے سامنے پیش کروا گر ان میں شرک کی کوئی بات نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں یعنی جھاڑ پھونک میں شرکیہ کلام نہ ہو تب ہی جائز ہے۔ احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ صحابہ نے بیمار اور پاگل انسان اور سانپ وغیرہ کے کاٹنے پر سورہ فاتحہ کے ذریعہ دم کر کے جھاڑ پھونک کیا اور وہ اچھے ہوگئے۔ انہوں نے ان کو انعام دیا وہ آ کر حضور ﷺ سے واقعہ عرض کیا۔ فرمایا کہ ہر جھاڑ پھونک باطل ہے لیکن تم نے سچی جھاڑ پھونک سے روزی کمائی۔

ایک صحابی کے گھر ایک بڑھیا آیا کرتی تھی۔ گھر والوں نے اس سے کسی بیماری کا کوئی ٹوٹکا کرایا۔ وہ ایک دھاگا پڑھ کر باندی تھی۔ وہ صحابی گھر آئے تو اس دھاگے پر نگاہ پڑی انہوں نے دریافت کیا، معلوم ہوا کہ جھاڑ پھونک کا دھاگا ہے انہوں نے ہاتھ بڑھایا اور اس کو توڑ کر پھینک دیا پھر فرمایا کہ میرا خاندان شرک کی باتوں سے پاک ہے۔

بہر حال جھاڑ پھونک کی وجہ سے مسلمانوں میں شرک بہت پھیلا ہے مگر مسلمانوں کے بُرے اعمال اور شرکیہ کاموں کو دیکھ کر ہم قرآن مجید کی سورتوں میں اثر کا انکار نہیں کر سکتے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے سورہ بقرہ کے تعلق سے فرمایا (مفہوم) یہ کسی گھر میں پڑھی جائے تو جادو سے نجات ملتی ہے اور شیطان بھاگ جاتا ہے اور ایسی بہت سی سورتوں میں اثر بتلایا گیا۔ سورہ یٰسین کو پڑھنے سے مرنے والے پر سکرات آسان ہو کر موت آسان ہو جاتی ہے۔ مگر اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ انسان بس تعویذ گنڈوں ہی کا سہارا لے کر زندگی گذارتا رہے۔ عیسائیوں نے صدیوں تک دنیا کے انسانوں کو اسی جھاڑ پھونک میں مبتلا کر کے دیوانہ بنایا اور دیوی، بھوتوں اور چڑیلوں سے زبردستی ڈرا رکھا تھا اور اپنے جھوٹے تعویذ گنڈوں سے ان کو کنٹرول کرنے کا احساس دلاتے تھے۔ جس سے عوام میں تعویذ، گنڈوں اور جھاڑ پھونک کا عقیدہ ذہنوں میں بیٹھ گیا۔ تعویذ گنڈوں کے چکر میں جانے سے کتاب سے رخ ہٹ جاتا ہے اور کتاب سے دور ہو کر شرکیہ عقائد و اعمال میں لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے قرآنِ مجید کا استعمال تعویذ گنڈوں کے کاروبار کیلئے نہیں کرنا چاہئے اور نہ تعویذ گنڈوں کی دو کانیں کھول کر قرآنِ مجید کے نزول کے مقصد کو برباد کرنا چاہئے۔ جو لوگ ان چیزوں کے عادی بن جاتے ہیں ان کا رشتہ قرآنِ مجید سے ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ اللہ کی طرف رجوع نہیں ہوتے۔

شرک کی ایک وجہ یہ کہ انسان اپنے مقام و مرتبہ سے واقف نہیں ہے

شرک کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ انسان کو اپنا مقام اور مرتبہ یاد نہیں۔ اس لیے شرک سے بچانے کیلئے اس کو اس کا مقام اور مرتبہ سمجھایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پوری مخلوقات میں سب سے اونچا مقام و مرتبہ عطا فرما کر حسبِ ذیل خصوصیات عطا فرمائی ہیں۔

اشرف المخلوقات کا اعزاز

اللہ تعالیٰ کائنات کی دوسری تمام مخلوقات کے مقابلے میں انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر سب سے اعلیٰ مقام اور سب سے بہتر تہذیب و تمدن عطا فرمایا۔ انسان اگر اس پر غور و فکر کرتا رہے تو کبھی شرک نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا احسان مند اور شکر گذار بن کر رہے گا۔

فرشتوں سے تعظیم کروائی گئی

یہ انسان کے لئے کتنی بڑی عزت ہے کہ کائنات کی سب سے زیادہ نیک اور اللہ کی بے انتہاء مطیع و فرمانبردار مخلوق جو پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کے منشا اور مرضیات کی تکمیل کرتی ہے جس کو ہم فرشتے کہتے ہیں ان کے ذریعہ انسان کی تعظیم کرائی گئی اور تمام مخلوقات کے سامنے انسان کے مرتبے اور مقام کی بلندی کو ظاہر فرمایا گیا۔ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا اور کائنات کی ہر چیز کو انسان کی خدمت میں لگا دیا۔ اگر انسان اس احسان کو یاد کرے تو اس کا سر شکر سے جھک جائے گا اور وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی تعظیم نہیں کرے گا۔

تمام مخلوقات سے زیادہ علم انسان کو عطا فرمایا

اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ علم انسان کو عطا فرمایا ہے جس کی وجہ سے پوری مخلوقات میں سب سے زیادہ علم رکھنے کی بنیاد پر اُسے افضلیت کا مقام اور مرتبہ حاصل ہے کائنات کی یہ واحد مخلوق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کائنات کی بہت سی چیزوں کے علم سے نوازا ہے۔ مثلاً ایک فرشتہ اگر پہاڑوں کی نگرانی کرتا ہے تو اُسے صرف پہاڑوں ہی کا علم ہے۔ اسے ہوا، پانی کا علم نہیں مگر انسان کو اللہ تعالیٰ نے زمین، ہوا، پانی، معدنیات، نباتات، جمادات، حیوانات، سورج، چاند، ستارے، آسمان، فرشتے، جنت اور دوزخ وغیرہ کا بھی علم عطا فرمایا وہ خود اپنی ذات کے بارے میں بہت سی چیزوں کو جانتا ہے اور آفاق کا بھی علم رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت بھی رکھتا ہے۔ علم ہی کی برتری کی وجہ سے اس کو فرشتوں سے اونچا مقام ملا۔ اس طرح علم کی برتری انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا اعزاز اور نعمت ہے اگر انسان اس نعمت کو یاد رکھے اور عقل کا صحیح استعمال کرے تو وہ زندگی بھر اللہ تعالیٰ کا شکر گذار بندہ بن کر رہ سکتا ہے۔

تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ عقل وفہم انسان کو ہی دی گئی

انسان پر یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے کائنات کی تمام مخلوقات کے مقابلے میں انسان ہی کو سب سے اعلیٰ عقل اور عمدہ فہم عطا فرمائی۔ جس کے ذریعہ انسان اپنی زندگی کے تمام شعبوں کو باقاعدہ پروگرام کے ساتھ چلاتا ہے۔ آج عقل ہی کی وجہ سے انسان سائنس کی ترقی کر رہا ہے اور تمام مخلوقات میں سب سے عمدہ عقل وفہم انسان ہی کے پاس ہے۔ مگر وہ اس کا استعمال صحیح نہیں کرتا۔

تمام مخلوقات میں سب سے عمدہ قوتِ گویائی انسان کو عطا فرمائی

یہ بھی انسان پر اللہ تعالیٰ کا احسان اور فضل ہے کہ تمام مخلوقات میں سب سے عمدہ قوتِ گویائی انسان ہی کو عطا فرمائی۔ انسان عقل سے حاصل ہونے والے معلومات نیز اپنے خیالات وجذبات کا اظہار زبان سے کرتا ہے اور بات کرنے کی عمدہ صلاحیت ہی کی وجہ سے تعریف، محبت، وعظ ونصیحت والے کلمات بیان کرتا ہے اعلیٰ اور عمدہ قوت گویائی صرف انسانوں ہی کو دی گئی۔

کائنات کی ہر چیز کو انسان کی خدمت میں لگا دیا

یہ انسان کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتہائی بڑے درجہ کا اعزاز واکرام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات کو انسان کیلئے پیدا فرما کر ان کو انسان کی خادم بنا دیا اور انسان کو تمام چیزوں کے استعمال کا اختیار عطا فرمایا۔ تمام چیزیں دن رات انسان کی خدمت کر رہی ہیں۔ کوئی مخلوق بالواسطہ کرتی ہے کوئی بلاواسطہ انسان کی خدمت کر رہی ہے، مثلاً گھاس، پتوں پر غور کیجئے۔ گھاس پتے تو بظاہر انسان کے کام نہیں آتے مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ وہ بلاواسطہ انسان ہی کے کام کیلئے ہیں۔ تمام جانور گھاس پتے کھا کر پلتے ہیں

اور انسان جانوروں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اگر گھاس اور پتے نہ ہوتے تو جانور مر جاتے اس لیے گھاس اور پتے بھی بلاواسطہ انسان ہی کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ جنگلوں میں بہت سارے جنگلی پودے پیدا ہوتے ہیں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ جنگلی پودے ہمارے کس کام کے؟ مگر حکیم اور ڈاکٹر انہی جنگلی پودوں کو استعمال کر کے بہت ساری دوائیں بناتے ہیں۔ اسی طرح بول براز کی مدد سے کھاد بنائی جاتی ہے جو تمام نباتات کی غذا ہے۔ غلہ اور اناج خوب اُگانے کیلئے کھاد کا استعمال کیا جاتا ہے۔ مینڈک، دیمک اور چوہا سانپ کی غذائیں ہیں کوئی کہے گا کہ سانپ تو انسان کے کسی کام کا نہیں مگر سانپ کے زہر سے بعض اہم دوائیں بڑی بڑی بیماریوں کیلئے بنائی جاتی ہیں۔ بہت سے پرندوں کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کی خوبصورتی کا سامان انسانوں کیلئے بنایا ہے اس کے علاوہ پرندوں سے بہت سارے فائدے ہیں مثلاً کبوتر کا گوشت فالج اور لقوہ کے مرض میں کام آتا ہے اس کا خون برص کی بیماری میں مفید ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ انسان کا مقام تمام مخلوقات میں کتنا بلند ہے پھر بھی وہ بڑا ہو کر اپنے سے چھوٹوں کے سامنے جھکتا ہے۔

تمام مخلوقات میں انسان ہی کو حکومت کرنے کا اختیار دیا

اسی طرح انسان میز کرسی پر بیٹھتا اور تخت پر سوتا ہے۔ میز کرسی اور تخت پر بیٹھ کر گویا وہ درختوں پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس لیے کہ اس کو لکڑی وہیں سے ملتی ہے۔ چنانچہ وہ درختوں سے بڑا ہو گیا۔ زمین پر گھر بنا کر اس پر بیٹھتا ہے اور زمین کو کھود کر پانی نکلتا ہے تو گویا وہ زمین سے بڑا ہو گیا۔ ہوا میں اڑتا ہے ہوا اس کے ہوائی جہاز کو سنبھالتی ہے تو گویا وہ ہوا سے بڑا ہو گیا۔ پانی پر جہازوں کے ذریعہ تیرتا ہے تو گویا وہ پانی سے بڑا ہو گیا۔ جانوروں پر سواری کرتا ہے تو وہ جانوروں سے بڑا ہو گیا۔ غرض یہ کہ کائنات کی تمام چیزیں انسان سے چھوٹی اور انسان کی خدمت گذار ہیں کیوں کہ وہ انسانوں ہی کیلئے پیدا کی گئی ہیں۔ اگر انسان کو اپنا مرتبہ ومقام یاد رہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کائنات کی کسی چیز کے سامنے

اپنا سر نہ جھکائے گا اور کائنات کی کسی چیز سے نفع ونقصان کی امید نہ رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں ہزاروں مخلوقات کو پیدا فرمایا مگر حکومت واقتدار کا اختیار صرف انسان ہی کو دیا۔ وہ کائنات کے کچھ حصہ زمین پر کچھ مدت کے لئے حکومت کرتا ہے اور کچھ مدت کے لئے زمین پر بادشاہ، صدر، امیر یا گورنر یا پھر باپ یا شوہر کی شکل میں اپنے اپنے حلقوں کے لوگوں پر حکومت کرتا اور ان سے اپنی فرمانبرداری کراتا ہے۔ یہ مرتبہ دوسری مخلوقات کو نہیں۔ مگر پھر بھی انسان اپنی عقل استعمال نہیں کرتا۔

پوری مخلوقات میں معاشرتی زندگی انسان ہی کو عطا کی گئی

کائنات کی تمام مخلوقات میں انسان ہی وہ واحد مخلوق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خاندان بنانے اور رشتوں ناتوں کی مدد سے زندگی گذارنے کا اختیار دیا ہے۔ نکاح کے نام پر میاں بیوی کی شکل میں زندگی گذارتا پھر اولاد کے ذریعہ سہارا حاصل کرتا ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے خاندان بنانے کا اختیار دے کر اس پر بہت بڑا افضل فرمایا اور اس کو خودغرض زندگی گذارنے سے بچایا۔ چنانچہ خاندان کی وجہ سے انسانوں کو ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرنے، محبت کرنے، مدد کرنے، ہمدردی کرنے، خدمت کرنے، مصیبتوں میں ساتھ دینے، ایک دوسرے کے لئے ایثار وقربانی کرنے، خاطر تواضع کرنے اور اخلاق ومحبت سے پیش آنے کے اوصاف وجذبات عطا فرمائے۔ یہ تمام صفات انسانوں اور جانوروں کے فرق کو نمایاں کرتے ہیں۔ خاندان کے ذریعہ انسان اپنی زندگی میں بہت سارے فائدے اٹھاتا اور زندگی کو آسانی سے گذار سکتا ہے۔ جانور کی کوئی مادہ اپنے شوہر کی خدمت نہیں کرتی۔ جانور کا بچہ بڑا ہوتے ہی ماں باپ کو بھول جاتا ہے ان سے کوئی تعلق باقی نہیں رکھتا اور نہ اس کو اپنے بوڑھے ماں باپ سے کوئی ہمدردی ہوتی ہے۔ خاندان انسان کیلئے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر وہ اپنی عقل پر زور ڈال کر خاندانی نظام پر سوچے تو جذبۂ شکر سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا رہے گا۔

لباس کے ذریعہ زینت دی گئی

یہ بھی اللہ تعالیٰ کا انسان پر بہت بڑا افضل ہے کہ اس نے انسان کو جتنا بڑا مرتبہ اور مقام دیا اُسی لحاظ سے اُس کو بلند تہذیب سے بھی آراستہ کیا۔ اور تمام مخلوقات کے مقابلے اس کو باقاعدہ لباس جیسی نعمت عطا فرما کر اس کو اکرام وعزت دی اور لباس کو اس کے لیے زینت بھی بنایا تقریباً دوسری تمام مخلوقات برہنہ رہتی ہیں ان میں شرم وحیا کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ جانور برہنہ رہتے ہیں اور جہاں چاہیں بول وبراز کرتے ہیں۔ ان کو اپنی شرم گاہیں چھپانے کی نہ ضرورت ہے اور نہ احساس۔ وہ برہنہ ہی برہنہ پھرتے ہیں۔ مگر انسان کو اللہ تعالیٰ نے لباس عطا فرما کر شرم وحیا جیسی اعلیٰ صفت کی تکمیل کے قابل بنا دیا۔ چنانچہ اسی شرم وحیا کی وجہ سے وہ ہر جگہ بول وبراز نہیں کرتا۔ شرم گاہ چھپاتا ہے اور بے حیائی اور بے شرمی کے کام اور گفتگو اور بے پردگی نیم عریانیت سے دور رہنا چاہتا ہے۔ دوسری کسی بھی مخلوق کو موسم کے لحاظ سے اپنے جسم کو ڈھانکنے کا اختیار نہیں۔ سردی، گرمی اور برسات ہر موسم میں وہ ایک ہی حالت میں رہتے ہیں مگر انسان موسموں کے لحاظ سے لباس استعمال کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گرم اور ٹھنڈے ہر قسم کے لباس بنانے کی صلاحیت بھی انسان کو دے رکھی ہے۔ جانور پیدائش سے مرنے تک ایک ہی لباس میں زندگی گذارتے ہیں۔ مگر انسان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کے لباس استعمال کرنے کے قابل بنایا ہے۔ غور کرو کیسی اعلیٰ اور عمدہ زندگی عطا فرمائی۔ دوسری تمام مخلوقات رہنے بسنے میں انسانوں سے مختلف ہیں۔ ان کو انسان کی طرح ڈھنگ اور سلیقہ نہیں وہ جب گھونسلہ بناتے ہیں تو وہیں رہتے ہیں، وہیں بیٹھتے، وہیں سوتے، وہیں بول وبراز کرتے، وہیں انڈے دیتے ہیں مگر انسان ایسا نہیں کرتا۔ غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سب سے اونچا بنا کر رہن سہن کی کتنی اونچی زندگی عطا فرمائی ہے۔ آخر انسان اپنی عقل سے یہ سب چیزیں کیوں نہیں سوچتا۔

ہر قسم کے مزے دار غذائیں کھانے کے قابل انسان کو بنایا

انسان کیلئے یہ کتنا بڑا اِکرام ہیکہ اللہ تعالیٰ نے اُسے پکی اور کچی دونوں غذائیں کھانے کے قابل بنایا۔گوشت خور بھی بنایا اور سبزی خور بھی' ایک ہی غذا کو کئی کئی طریقوں سے استعمال کرنے کے قابل بنایا۔طرح طرح کے مشروبات بنانے اور پینے کی صلاحیت عطا فرمائی اور مختلف قسم کی میٹھی غذائیں کھا کر لطف اندوز ہونے کے قابل بنایا۔غور کرو کہ دوسری مخلوق کو اتنی مزے دار غذائیں نہیں ملتیں اگر کوئی مخلوق گھاس کھانے والی ہے تو وہ صرف گھاس ہی کھاتی ہے۔اس کو گوشت کا مزہ ہی معلوم نہیں ہوتا۔اور اگر کوئی گوشت کھانے والی ہے تو وہ گوشت ہی کھاتی ہے۔اسے گھاس اور پتوں کا مزہ معلوم نہیں ہوتا۔بہت کم جانور ایسے ہیں جو گوشت اور پتے دونوں کھاتے ہیں۔پھر جانوروں کو میٹھی چیزوں کے کھانے کا نہ شوق ہے اور نہ سلیقہ۔یہ اِکرام تو اللہ تعالیٰ نے صرف انسانوں ہی کے ساتھ کیا ہے۔ چنانچہ انسان قسم قسم کے میٹھے بناتا ہے اور مختلف اقسام کے کھانے تیار کرتا ہے۔مثلاً گوشت، انڈا، دودھ کو کئی کئی طرح استعمال کرتا ہے۔انسان کا جیسا اونچا مقام اور مرتبہ بنایا بالکل اُسی مرتبہ اور مقام کے لحاظ سے اس کی غذائیں بھی رکھیں اگر انسان اللہ تعالیٰ کا یہ اکرام یاد رکھے تو مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کا شکر گذار بندہ بن کر رہ سکتا ہے اور اس کے علاوہ کسی اور کو اپنا مالک نہ مانے گا۔مگر یہ وہی لوگ یاد رکھتے ہیں جو اپنی عقل کا استعمال صحیح کرتے ہیں۔

پوری مخلوقات میں انسان ہی کو سواری دی گئی

پوری کائنات میں انسان ہی واحد مخلوق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے سواری عطا فرمائی دوسری تمام مخلوقات کو کوئی سواری نہیں دی گئی یعنی کوئی مخلوق دوسری مخلوق پر سواری نہیں کرسکتی۔دوسری مخلوقات زمین پر بیٹھتی، زمین پر سوتی اور اپنے ہی پیروں سے دوڑتی اور پروں سے اُڑتی ہیں یا اپنے جسم ہی سے رینگتی ہیں مگر

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کے مرتبہ و مقام کے لحاظ سے اس قابل بنایا کہ وہ کرسی صوفے پر یا چادر بچھا کر تکیہ لگا کر بیٹھے اور سونے کیلئے چارپائی اور پلنگ استعمال کرسکے۔سفر کرنے کیلئے گھوڑا، اونٹ، ہاتھی، موٹر کار، ریل گاڑی، موٹر سیکل اور ہوائی جہاز استعمال کرسکے۔یہ چیزیں پوری مخلوقات میں صرف اُسی کو نصیب ہیں۔غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے دوسری مخلوقات کے مقابلے میں کتنی عزت و احترام عطا فرمایا ہے۔اگر انسان کو اللہ تعالیٰ کا یہ اکرام یاد رہے تو وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا احسان مند اور مطیع و فرمانبردار بندہ بن کر رہے گا۔مگر یہ ان ہی کو سمجھ میں آتا ہے جو عقل والے ہیں۔اس تشریح سے یہ بات بہت اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ کائنات کی تمام چیزیں انسان سے کم رتبہ اور اس کی خدمت گذار ہیں اور تمام مخلوقات میں انسان کو سب سے اونچا مرتبہ اور مقام دیا گیا ہے۔

جب انسان سب سے افضل اور بڑا ہے پھر اگر وہ اپنے سے چھوٹی چھوٹی چیزوں، خدمت گذاروں اور نوکروں کے سامنے جھکے یا ان کو ہی اپنا مالک اور پروردگار سمجھے یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ کائنات کی کسی بھی مخلوق کو خدا مانے یا اپنے کمالات و اختیارات کی وجہ سے خود اپنے آپ کو خدا سمجھے تو یہ انسان کی بہت بڑی بے وقوفی جہالت، گمراہی اور بغاوت ہوگی۔ حقیقت اور سچائی سے منہ موڑنا ہوگا۔جو اللہ اور اس کے بندوں کی نظر میں خود انسان کیلئے ذلت اور بے عزتی کا ذریعہ بنے گا۔

پوری کائنات میں انسان اور جن ہی کو اختیار و آزادی دی گئی ہے

پوری کائنات میں انسان اور جن ہی کو اختیار اور آزادی دی گئی ہے کہ وہ اپنی مرضی اور خوشی سے اسلام کو قبول کریں اور اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کریں۔ یہ اختیار و آزادی ان کے لیے ایک بہت بڑا اشرف ہے۔اگر وہ اس اختیار و آزادی کا صحیح استعمال کریں، تو آخرت میں ترقی پاسکتے ہیں اور بڑے بڑے درجات حاصل کرسکتے ہیں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرسکتے ہیں اور اگر وہ اس اختیار و آزادی کا استعمال غلط کریں تو پھر

سب سے زیادہ ذلیل اور بے عزت ہو جائیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ ترقی کرنے کا یہ اختیار کسی دوسری مخلوق کو نہیں۔

انسان کو بھی اپنی حقیقت نہیں بھولنا چاہئے

کہ وہ بحیثیت مخلوق کتنا مجبور، محتاج اور عیب دار، نقص والا ہے۔ تا کہ اس میں غرور، تکبر اور گھمنڈ پیدا نہ ہونے پائے اور اعتدال پر قائم رہے۔ انسان کی پیدائش ایک ناپاک پانی کے قطرہ سے ہوئی پھر وہ پیدا ہونے کے بعد جانوروں سے بھی زیادہ کمزور، بے بس، محتاج اور مجبور تھا۔ جانوروں کے بچے پیدا ہونے کے کچھ ہی دیر بعد چلنے پھرنے دوڑنے اور بھاگنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ مگر انسان کی مجبوری اور بے بسی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ عرصہ تک نہ برابر چل سکتا ہے، نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ سن سکتا ہے اور نہ اپنے ہاتھوں غذا کھا سکتا ہے محتاج اتنا کہ کپڑوں ہی میں پیشاب، پاخانہ کر لیتا اور اُسی میں کھیلتا بھی ہے۔ مجبور محتاج اتنا کہ ہوا، پانی اور غذا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس کی محتاجی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ بغیر آنکھ کے دیکھ نہیں سکتا۔ بغیر ہاتھوں کے کوئی کام نہیں کر سکتا۔ بغیر پیر کے چل نہیں سکتا اور بغیر کان کے کوئی چیز سن نہیں سکتا۔ پیشاب اگر رُک جائے تو باہر نہیں نکال سکتا۔ دماغ خراب ہو جائے تو پاگل بن کر پھرتا ہے۔ بچپن، جوانی اور بڑھاپے کے ذریعے اس میں عروج و زوال آتا ہے۔ بوڑھا ہو جانے کے بعد ہاتھوں، پیروں سے معذور ہو جاتا ہے۔ آنکھوں کی روشنی ختم ہو کر اندھا اور کانوں سے بہرا ہو جاتا ہے۔ یادداشت ختم ہو جاتی ہے، دانت جھڑ جاتے ہیں، لکڑی پکڑ کر چلتا ہے۔ سردی اور گرمی زیادہ ہو جائے تو برداشت نہیں کر سکتا۔

اگر انسان کی تربیت نہیں کی گئی تو وہ جانوروں سے بھی گیا گذرا بن جاتا ہے اور انسانی شکل میں شیطان بن کر زمین میں لوٹ مار اور فساد، قتل و غارت گری مچاتا ہے۔ بیوقوف اتنا ہے کہ اگر صحیح علم نہ ملے تو اللہ تعالیٰ کی زمین پر رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی غذائیں

کھاتے ہوئے اور اللہ کی ہوا استعمال کرتے ہوئے اللہ ہی کا انکار کرتا ہے یا پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہوا پتھروں کی پوجا کرتا۔ ہر نقصان پہنچانے والی چیز سے ڈرتا اور ہر فائدہ پہنچانے والی چیز کے سامنے سر جھکا دیتا ہے۔ ذرا طاقت و اقتدار اور دولت مل جائے تو غرور و تکبر میں مبتلا ہو کر اپنے آپ کو خدا سمجھتا اور خدائی کا دعویٰ کرتا ہے۔ انسان کے پاس جو کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا ہے اسکا اپنا ذاتی کچھ بھی نہیں۔

جو لوگ بتوں کو پوجتے، پتھروں کے آگے جھکتے، درختوں کی پرستش کرتے، جانوروں کو دیوتا مانتے ہیں اور جنات اور ارواح خبیثہ کے نام کی دُہائی پکارتے ہیں، آسمانی مخلوقات کو خدا کی بیٹیاں مان کر اپنے مددگار مانتے اور انسانوں کو خدا سمجھتے ہیں۔ وہ دراصل حقیقت میں اپنے مرتبے اور مقام سے ناواقف ہیں۔ وہ اسطرح انسانوں کو، پتھروں کو، درختوں کو، جانوروں کو، دریاؤں اور پہاڑوں کو اور چاند ستاروں کو مان کر اپنے آپ کو چھوٹا اور ان کو بڑا مان رہے ہیں اور اپنے آپ کو کمتر اور گرا ہوا بنا رہے ہیں اور بڑے ہو کر چھوٹوں کے سامنے جھک رہے ہیں اور اپنی ہی بے عزتی کر رہے ہیں۔

اسلام نے بتلایا کہ وہ کائنات کے تمام مخلوقات میں افضل اور اشرف ہے۔ اشرف المخلوقات اس کا مقام ہے وہ زمین پر خلیفہ کی حیثیت سے رکھا گیا ہے۔ فرشتوں سے سجدہ کروا کر اس کی اصل حیثیت کو ظاہر کیا گیا اور تمام مخلوقات کا مسجود بنا دیا گیا۔ انسان کو تمام چیزوں کا علم عطا کرنا گویا اس کو دوسری مخلوقات کے مقابلے بہت بڑے اعزاز سے نوازا گیا اور تمام چیزوں کو استعمال کرنے کا حق دیا گیا۔ تمام مخلوقات میں خدا کی امانت کا حامل وہی منتخب ہوا۔ یہ مقام اور مرتبہ اور منصب اعلیٰ نہ فرشتوں کو ملا نہ جنّات کو ملا نہ آسمانوں اور زمین کو ملا۔ یہ صرف انسان ہی کو دیا گیا۔ کلام الٰہی اسکے سینے میں محفوظ کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی۔ جب انسان کا مقام اور مرتبہ اس کے مالک نے ایسا اعلیٰ بنایا تو کیا وہ اس قابل ہے کہ اپنے مالک کو چھوڑ کر معمولی اور اس سے چھوٹی چیزوں کے سامنے سر جھکائے۔

جوانسان دوسری مخلوقات کے آگے جھکتے ہیں گویا وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ غیروں کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔اسلام نے یہ بھی تعلیم دی کہ ہر چیز کوانسان کے لئے بنایا گیا اورانسان کو صرف خدا کی عبادت واطاعت کیلئے بنایا گیا۔ہر ذرہ انسان کی خدمت گذاری میں مصروف ہے، انسان کو صرف خدا ہی کی عبدیت و بندگی میں مصروف رہنا چاہئے انسان سے بڑھکر اور کوئی بیوقوف نہ ہوگا جو مالک کو چھوڑ کر غیروں کی چوکھٹوں پر پڑا رہے اور سر ڈال دے۔ انسان کی تمام عقیدت، تمام محبت، تمام خوف، تمام امیدیں، تمام دعائیں، تمام التجائیں، تمام عاجزیاں صرف اور صرف اللہ ہی کے لئے ہونی چاہئے، اسی کا نام بندگی واطاعت ہے۔

توحیدِ اختیارات یا توحیدِ حاکمیت

کائنات کا حاکم حقیقی سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی دوسرا نہیں۔اللہ تعالیٰ نے کائنات میں دوطرح کا نظام حکومت بنایا ہے۔ایک تکوینی نظام اور دوسرا تشریعی نظام۔

تکوینی نظام

تکوینی نظام سے مراد وہ احکام ہیں جو فطری حیثیت سے مخلوقات عالم میں ودیعت کر کے رکھے گئے ہیں یا غیبی مخلوقات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کائنات کا جو انتظام کرتا ہے وہ تکوینی نظام ہے۔تکوینی نظام کا ایک حصہ نظام فطرت یا فطری قانون بھی ہے۔تکوینی نظام کے تحت اللہ تعالیٰ کی حاکمیت مخلوقات کی رضا اور رغبت کے بغیر ہے یعنی مخلوقات کا کوئی دخل نہیں وہ بغیر کسی مخلوق کی رضا و رغبت اور مرضی کے نافذ ہوتے ہیں۔مثلاً چاند اور سورج کا طلوع وغروب ہونا۔ستاروں اور سیاروں کا گردش کرنا، بارش کا برسنا، موسموں کا آنا، رات اور دن کا آنا، کسی کا پیدا ہونا اور کسی پر موت کا آنا، جانداروں کے اعضاء کا کام کرنا، جاندار سے بے جان کو اور بے جان سے جاندار کو نکالنا، زمین، ہوا، نباتات، جمادات اور حیوانات کا اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کرنا یہ سب نظام تکوینی کے تحت ہو رہا ہے۔اس نظام میں ذرّہ برابر بھی

کسی مخلوق کا دخل، رضا، رغبت اور مرضی نہیں۔اس میں کسی کو چوں و چرا کی بھی مجال نہیں۔ یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے احکام تکوینی کے تحت ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کسی مخلوق میں رتّی برابر بھی نافرمانی کی ہمت نہیں، کوئی بھی ایک سکنڈ کیلئے نافرمانی نہیں کرسکتا۔یہاں تک کہ خود انسان کا جسم اور اس کے اعضاء بھی احکام تکوینی کے تحت کام کرتے ہیں۔اس لیے انسان کا خود اس کے اعضاء پر کوئی حکم نہیں چل سکتا۔جب تک نظام تکوینی کے تحت حکم ملتا ہے یہ تمام اعضاء کام کرتے ہیں پھر رک جاتے ہیں۔نظامِ تکوینی یا قانونِ فطرت میں کسی مخلوق کو شریک کرنا بدترین شرک ہے۔

تشریعی نظام

نظام تشریعی سے مراد وہ احکام ہیں جو وحی کے ذریعہ انبیاء علیہم السلام پر نازل کئے گئے اور شریعت کی شکل میں موجود ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے، حاکم اعلیٰ اور مالک الملک ہونے کے ناطے یہ حق بھی اُسی کو حاصل ہے کہ وہ اپنی مخلوق کے لئے حلال وحرام کے حدود مقرر کرے اور ان کے فرائض مقرر کرے، نیز بندوں کے آپس میں حقوق مقرر کرے اور بندوں کیلئے جائز و ناجائز، پاک و ناپاک کا ضابطہ اور قانون بنائے اور جزاء اور سزا تعزیراتی، سیاسی، معاشی اور دوسرے امور کا قانون بنائے غرض تمدنی اور معاشرتی زندگی کا قانون بنانا یہ صرف خالق کائنات اور مالک الملک، حاکم اعلیٰ فرماں رواں کا اختیار ہے۔ کسی دوسرے کو یہ حق ہی نہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنّوں کیلئے کائنات کے ایک حصے یعنی زمین کو امتحان اور آزمائش کی جگہ بنایا اور انسان کو اس بات کا اختیار اور آزادی عطا فرمائی کہ وہ چاہے تو رب چاہی زندگی اختیار کرے یا چاہے تو من چاہی زندگی گذارے۔جو انسان اور جن اپنی مرضی اور پسند سے رب چاہی زندگی اختیار کریں گے وہ کامیاب ہوں گے

اور جو رب چاہی زندگی کو چھوڑ کر من چاہی زندگی اختیار کریں گے وہ ناکام ہوں گے۔
چنانچہ ہر زمانے اور وقت میں انسانوں اور جنوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے قانون واحکام وحی کے ذریعہ نازل کر کے نظام تشریعی دیا اور بار بار پیغمبروں اور رسولوں کو بھیج کر بندوں کو اپنے احکام وقوانین سے آگاہ کرایا اور انھیں تاکید کی کہ وہ ہر حال میں اس کے بھیجے ہوئے احکام وقوانین پر اپنی مرضی اور پسند سے انفرادی واجتماعی زندگی گذاریں اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو نظام تشریعی پر عمل کر کے مانیں۔ کسی انسان کے یا جن کے بنائے ہوئے قانون اور احکام کی پابندی نہ کریں۔ ”ہم نے ہر قوم میں ایک پیغمبر ضرور بھیجا ہے کہ تم اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔“ (سورہ نحل: ۳۶) اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو اختیار وآزادی دی ہے کہ وہ اپنی مرضی، پسند، رضا اور رغبت کے ساتھ نظام تشریعی کو اختیار کریں۔

نظامِ تشریعی اور نظامِ تکوینی کا فرق

نظام تشریعی (قانون شریعت) اور نظام تکوینی (قانون فطری) میں فرق یہ ہے کہ نظام تکوینی میں مخلوقات کی رضا، رغبت اور مرضی کا بالکل دخل ہی نہیں بغیر کسی چوں وچرا کے اطاعت وفرمانبرداری کرنا ہوگا۔ گویا اس کو جبری اطاعت کہیں گے۔

نظام تشریعی (قانون شریعت) میں مخلوقات کی مرضی، رضا اور رغبت کا دخل ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جبری اطاعت نہیں چاہتا بلکہ نظام تشریعی یعنی قانون شریعت کے ذریعہ مرضی، پسند اور قلبی اور رغبت والی عبادت واطاعت چاہتا ہے۔

عالم تکوینی اور عالم تشریعی دونوں پر حاکم اعلیٰ اور فرمانروا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جو اپنا حکم چلائے اور جو حکم چلائے وہ قرآن کی اصلاح میں طاغوت یعنی اللہ کا باغی ہوگا۔ طاغوت کی اطاعت اور اللہ کی اطاعت ایک ساتھ نہیں چل سکتی۔ اگر انسان اپنے اختیار اور آزادی کی بنا پر اپنی مرضی، پسند اور رغبت وچاہت سے اللہ تعالیٰ کے احکام

وقوانین تمدنی اور معاشرتی زندگی میں نافذ کر کے ان ہی احکام کے تحت زندگی گذارے تو یہ نظام تشریعی (قانون شریعت) کے تحت مکمل توحید باری تعالیٰ کو ماننا ہوگا۔ اس کی توحید کامل درجہ کی توحید ہوجائے گی۔ اس کے برعکس انسان اللہ تعالیٰ کو صرف تکوینیات (قانونِ فطرت) کی حد تک حاکم وفرمارَوا مانے اور تمدنی اور معاشرتی زندگی میں اور زمین پر اقتدار اور حکمرانی ملنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے احکام وقوانین کی جگہ بغیر کسی مجبوری کے انسانی احکام وقوانین کو نافذ کر کے زندگی گذارے تو یہ توحید اختیارات میں دوسروں کو شریک کرنا ہوگا۔ بلکہ توحید کے بجائے شرک ہوگا اور بدترین شرک ہوگا۔ کیونکہ یہ شرک فی الحکم ہوگا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے قانون واحکام کی جگہ اپنا وضع کردہ قانون چلاتا ہے وہ قرآن مجید کی اصطلاح میں طاغوت کا پیرو ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا باغی ہے۔ ایمان والوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ طاغوت کی اطاعت سے دور رہیں توحید صرف یہ نہیں کہ انسان عبادت کے نام پر چند مخصوص اعمال کرتا رہے بلکہ توحید کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی مکمل اطاعت کی جائے۔
توحیدِ باری تعالیٰ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی ذات وصفات اس کے حقوق اور اختیارات کو اللہ سبحانہ تعالیٰ کے لیے ہی مخصوص مانا جائے اور انسان کے افکار، خیالات، عقائد اور زندگی کے تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور حاکم اعلیٰ ہونے کا غلبہ چھایا ہوا رہے اور خدا کے ضابطے اور قانون کے مقابل ہر قانون اور ضابطہ کو جاہلیت اور گمراہی سمجھے۔

اللہ تعالیٰ جس طرح عالم تکوینی میں بلاشرکت غیر سے حاکم اعلیٰ وفرماں رواں ہے اُسی طرح وہ عالم تشریعی میں بھی مقتدر اعلیٰ ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ انسان اپنی تمدنی اور معاشرتی زندگی میں بھی اسکو اپنی مرضی، رغبت اور رضا سے حاکم وفرماں رواں مانے اور یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ لازمی طور پر اپنی مرضی اور خوشی سے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور مالکیت کو تسلیم کر کے اُسی کی بڑائی اور حاکمیت میں زندگی گذاریں۔ بغیر کسی مجبوری ولاچاری کے اللہ تعالیٰ کے قانون واحکام کو چھوڑ کر کسی انسانی ضابطے وقانون کی اتباع کرنا گویا خدا کا

مدِّ مقابل اور ہمسر ٹھہرانا ہوگا اور خدا کے حقوق دوسروں کو دینا ہے جو خدا کے حقوق میں بھی شرک ہوگا۔ یہ شرک فی الحکم ہوگا۔ یہ اس بات کا اظہار ہوگا کہ بندے نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ ایک اور حاکم وفرمارواں اور مالک بنالیا ہے۔

اس تشریح سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ عالم تکوینی میں حاکم وفرماں رَوا ہے اُسی طرح وہ عالم تشریعی کا بھی حاکم وفرماں رواں ہے اور اس کا یہ اقتدار ناقابل تقسیم ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ کائنات کے بعض حصوں پر وہ حاکم رہے اور بعض حصوں پر دوسرے حکومت کریں۔ اگر ایسا ہوگا تو اس کا اقتدار اور حاکمیت نامکمل ہوجائے گی۔ اگر وہ چاہتا اور دنیا کو امتحان گاہ نہ بناتا تو دوسری مخلوقات کی طرح انسانوں اور جنّوں کو بھی ہر پہلو سے اپنے قوانین کا جبراً پابند بنادیتا۔ مگر وہ جبری اور زبردستی کی اطاعت ہوتی۔ وہ تو انسانوں اور جنّوں سے مرضی قلبی اور رغبت والی اطاعت چاہتا ہے اسی لیے اس نے نظام تشریعی (قانونِ شریعت) کو قائم کیا اور انسانوں اور جنوں کو مہلت، آزادی واختیار دیا کہ وہ اپنی مرضی اور خوشی اور رغبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو اپنی تمدنی اور معاشرتی زندگی میں نافذ کریں اور اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب پائیں۔ اگر کوئی انسان اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت کو نظر انداز کر کے خود مختارانہ انداز اختیار کرے تو وہ باغی ہے اور سزا پائے گا۔

دنیا کے دوسرے مذاہب یا تو بگڑے ہوئے عقیدہ ہی کی یا چند اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں ان کے پاس زندگی گذارنے کا قانون ہی نہیں کہ وہ خدا کے قانون کی پابندی کرکے قانون کے ذریعہ اللہ کی عبدیت وبندگی کریں۔ وہ اللہ کو مانتے ہوئے غیر اللہ کے قانون کے تحت زندگی گذارتے ہیں اور جس ملک میں رہتے ہیں وہیں کے قانون پر زندگی گذارتے ہیں۔

اسلام کے معنی اللہ کے آگے سر جھکا دینا اور اپنے آپ کو پوری طرح اللہ کے حوالے کردینا ہے، صرف عبادت میں سر جھکانے کا نام اسلام نہیں بلکہ اس کے احکام وقوانین کی مکمل پابندی کرتے ہوئے عبادت کے ساتھ ساتھ سر جھکانا اسلام ہے۔ یعنی زندگی کے

ہر شعبے اور ہر قدم میں اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کردینا اسلام ہے اور اسی کو اللہ کی حاکمیت ماننا کہتے ہیں۔ توحید کے نام پر صرف ذات وصفات ہی پر زور دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کے ذہنوں سے یہ بات بالکل ہی نکل چکی ہے کہ شرک کی ایک قسم شرک فی الاختیارات یا شرک فی الحکم بھی ہے۔ جن ملکوں میں مسلمانوں کو اقتدار حاصل ہے وہاں وہ صرف عبادات کے نام پر نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی پابندی کر کے غیر اللہ کے قانون کے تحت زندگی گذار رہے ہیں اور مطمئن ہیں کہ وہ اسلام پر زندگی گذار رہے ہیں ان کو اس شرک کا احساس ہی نہیں۔ نہ وہ توحید میں فرق محسوس کرتے ہیں اور نہ ان کے خیال میں دین وایمان کے تقاضے مجروح ہوتے ہیں۔ ہر کام اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کیا جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ کو حاکم اعلیٰ مانا جارہا ہے۔ بے پردگی کا اختیار رکھتے ہوئے پردہ اختیار کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ کو حاکم اعلیٰ مانا جارہا ہے۔ حرام کھانے کا اختیار رکھتے ہوئے حلال استعمال کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ کو حاکم اعلیٰ مانا جارہا ہے۔ زنا کا اختیار رکھتے ہوئے زنا سے بچنا اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ کو حاکم اعلیٰ مانا جارہا ہے۔ فضول خرچی کا اختیار رکھتے ہوئے فضول خرچی نہ کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ کو حاکم اعلیٰ مانا جارہا ہے۔ غیر اسلامی ملکوں میں ایمان والے سود، شراب، زنا، قتل، چوری، بے پردگی، جوا وغیرہ غرض یہ کہ جہاں اسلامی احکام کا نفاذ نہیں ہے وہاں انفرادی طور پر مسلمان ان تمام گناہِ کبیرہ سے بچ کر زندگی گذار رہے ہیں تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کو حاکم اعلیٰ مان کر اللہ کی حاکمیت میں زندگی گذار رہے ہیں۔

کسی انسانی قانون کو شریعت کے برابر یا اس سے برتر ماننا بھی شرک ہے

مشرک انسانوں کا خیال ہے کہ خدا اس دنیا کو بنا کر خاموش بیٹھ گیا ہے اور بہت سارے اختیارات اور انتظامات مقربین اور دوستوں کو دے دیا ہے یا پھر آسمان کی حدتک دیکھ بھال

کررہا ہے۔ یہ تصوّر شرک فی الاختیارات ہے۔ آسمان وزمین کی ہر چیز پر حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ ان کا انتظام اس کے سوا کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں۔ مسلمانوں نے بھی انبیاء اور اولیاء کے احترام وتعظیم میں غلو کردیا اور لا الٰہ الا اللہ کے مطلب کو فراموش کردیا۔ اولیاء اللہ کو دنیا کے انتظامات سنبھالنے کا عقیدہ اللہ تعالیٰ کی توحید فی الربوبیت میں بدترین شرک ہے۔ یہ زمانہ جاہلیت کے عربوں کے شرک سے بھی بدتر شرک ہے اس لیے کہ وہ صرف اللہ کی عبادت میں شرک کرتے تھے۔ اس کی ربوبیت میں شرک نہیں کرتے تھے۔ اسلام کلمہ طیبہ کے ذریعہ اس حقیقت کو بھی دل ودماغ میں راسخ کرنا چاہتا ہے کہ کائنات میں اللہ واحد کا اقتدار اعلیٰ ہے۔ یعنی اس کائنات میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی دوسرا صاحبِ اقتدار اور مالک نہیں۔

پرستش کا مستحق بھی اللہ ہے اطاعت کا مستحق بھی اللہ ہی ہے

جس طرح پرستش کا مستحق تنہا اللہ ہے اُسی طرح بندوں کے لیے قانون بنانے اور جائز وناجائز کی حدیں مقرر کرنے کا حقدار بھی صرف اللہ ہی ہے۔ لہٰذا جس طرح کسی دوسرے کے آگے عبادت و پرستش کے افعال میں سے کوئی فعل کرنا اسے خدا کا شریک بنانے کا ہم معنٰی ہے اُسی طرح کسی کے خودساختہ قانون کو برحق سمجھتے ہوئے اس کی خوشی کے ساتھ پابندی کرنا اور اسکے مقرر کئے ہوئے حدود کو واجب اطاعت ماننا بھی اسے خدائی میں اللہ کا شریک قرار دینے کا ہم معنٰی ہے اور یہ دونوں عمل بہرحال شرک ہے۔

انسان انسانوں کیلئے ضابطہ وقانون نہیں بنا سکتا۔ انسان میں انسان کو صحیح راستے پر چلانے کیلئے ضابطہ بنانے کی صلاحیت نہیں۔ چنانچہ وہ نہ حرام وحلال بنا سکتا ہے اور نہ تعزیراتی، معاشیاتی، سیاسی، اقتصادی، اخلاقیاتی، تمدنی یا معاشرتی قانون بنا سکتا ہے۔ اگر بنائے تو وہ معاشرہ فساد اور بدامنی کا معاشرہ ہوتا ہے اور شرکیہ معاشرہ ہوتا ہے۔

چنانچہ غیر مسلم قوموں کو جب زمین پر حکومت واقتدار ملتا ہے تو وہ اپنی مرضی اور اپنے دماغ سے لوگوں کیلئے تمدنی اور معاشرتی قانون بناتے ہیں اور لوگوں کو تکلیفوں، پریشانیوں اور مصیبتوں میں مبتلا کردیتے ہیں اور اللہ کی زمین پر اپنی خدائی چلاتے ہیں اور انسانوں سے اپنی بندگی کرواتے ہیں۔ چنانچہ انسانوں نے کہیں زنا کی لائیسنس دے کر زنا کاری کی کھلی اجازت دے دی۔ مرد کو مرد کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت دے کر حرام کاری عام کردی۔ سودی کاروبار کو قانونی اجازت دے کر سود کو پوری دنیا میں عام کردیا۔ چوری، قتل، زنا، جوا، لوٹ مار، دھوکہ دہی پر معمولی جرمانے مقرر کرکے معاشرے کو بداعمالیوں اور جرائمِ خبیثہ سے ناپاک کردیا۔

انبیاء کی دعوت نظام شریعت کے ذریعہ یہ تھی کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا ہر ایک کی عبادت چھوڑ دو۔ عبادت کا مفہوم صرف پوجا پاٹ نہ تھا۔ ان کی دعوت یہ نہ تھی کہ پوجا پاٹ صرف اللہ کی کرو۔ باقی بندگی واطاعت جس کی چاہو کرتے رہو۔ بلکہ وہ انسانوں کو اللہ کا پرستار بھی بنانا چاہتے تھے اور مطیع وفرمانبردار بھی۔ ان دونوں معنوں کے لحاظ سے وہ لوگوں کو عبادت کلی کی دعوت دیتے تھے۔ یعنی انبیاء صرف عبادت ہی نہیں پورے نظامِ زندگی کی دعوت دیتے تھے۔ چنانچہ فرعون بھی یہ اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام جس چیز کی دعوت دے رہے ہیں وہ پورے نظام زندگی کو تبدیل کرنے اور کامل اللہ کی اطاعت کی دعوت دے رہے ہیں اسی لیے اس نے دعویٰ کیا تھا کہ اس کی مملکت میں اطاعت وفرمانبرداری صرف اُسی کی ہوسکتی ہے۔ اسی لئے اس نے بنی اسرائیل کو اجازت نہیں دی کہ وہ کسی اور کے قوانین کی پابندی اختیار کریں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ شرک صرف یہی نہیں کہ انسان بتوں اور پتھر کی مورتیوں کے سامنے سجدہ ریز ہو بلکہ اس سے کہیں بڑا شرک یہ ہے کہ انسان قوانین خداوندی کی جگہ انسانوں کے خودساختہ قوانین کی اطاعت کرے۔ اس لیے اسلام نے نفس کی غلامی کرنے باپ دادا کے جاہلانہ طریقوں اور ضابطوں اور رسموں کی پیروی کرنے، گمراہ لیڈروں، سرداروں

اوراللہ کے باغی بادشاہوں، مرشدوں اور علماءِ سو کے بنائے ہوئے غلط قوانین اور ضابطوں کی بغیر کسی مجبوری کے خوشی خوشی تعمیل کرنے کو اللہ کے ساتھ اختیارات میں شرک بتلایا۔

یہود و نصاریٰ نے قانونِ شریعت کو چھوڑ کر راہبوں، کاہنوں اور پادریوں کی اطاعت کو دین بنا رکھا تھا

یہود و نصاریٰ نے احکام الٰہی کو چھوڑ کر اپنے راہبوں کاہنوں اور پوپوں کی اطاعت کو دین بنا رکھا تھا۔شرک کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ شریعت کے قانون میں تبدیلی کی جائے اور تحریف یا اضافہ کیا جائے۔یہ دونوں گروہ بھی اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے تھے یہود عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی الٰہی کی تعلیم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے علما اور فقیہوں کو بھی رب کا درجہ دے رکھے ہیں۔یعنی خدا کے احکام کے خلاف وہ اپنے علما اور فقہا کے خودساختہ احکام وقوانین کی پابندی کرتے ہیں۔ان کے علما کا یہ حال تھا کہ شریعت کے بہت سے احکام کو فراموش کرتے ہوئے نبی کی لائی ہوئی شریعت میں بہت سے مقامات پر تحریف (تبدیلی) کرڈالے مثلاً آخری نبی کا ظہور، قبلہ ابراہیمی، زنا، چوری، قتل وغیرہ اور بہت سے احکام پر شرعی حیلوں کے پردے ڈال دیئے تھے۔بہت سے فتوے قانون الٰہی کے بالکل خلاف محض دنیوی فائدوں کی خاطر لکھتے تھے اور پھر دعویٰ کرتے تھے کہ یہ عین تورات کے احکام ہیں۔ظاہر بات ہے کہ ان تمام تحریفات اور تبدیلیوں کی وجہ سے ان کی شریعت میں خدا کے احکام بالکل ختم ہو گئے تھے اور اس کی جگہ ان کے علما اور فقہا کے خودساختہ احکام وقوانین نے لے لی تھی اور آج اسی گمراہی کی وجہ سے وہ توحید سے ہٹ کر بی بی مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مورتیاں بنا کر ان کی پرستش کرتے ہیں اور شراب، زنا، سود، بے حیائی، عریانیت کو حلال کر لیا ہے اور اپنے جی کا قانون بنا کر زندگی گذارتے ہیں۔

قرآن مجید نے اسی بنیاد پر یہود اور نصاریٰ دونوں ہی کو مجرم قرار دیا اور نصاریٰ کو یہ کہا کہ یہ اپنے علما اور فقیہوں کو اللہ کے سوا رب بنا بیٹھے ہیں۔

ترجمہ : انھوں نے اپنے عالموں اور راہبوں کو اللہ کے سوا رب ٹھہرا لیا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ ان کو نہیں حکم دیا گیا ہے مگر اس بات کا کہ ایک ہی خدا کی بندگی کریں وہ پاک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں''۔ (سورہ توبہ:۳۱)

اس آیت سے متعلق احادیث میں عدی بن حاتم طائی کا ایک سوال موجود ہے یہ اسلام لانے سے پہلے عیسائی تھے۔(مفہوم) حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ہم لوگ اپنے پیشواؤں اور مذہبی رہنماؤں کو اپنا رب تو نہیں سمجھتے تھے۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا یہ بات نہیں کہ اللہ نے جن چیزوں کو حلال کیا علما وہ حرام کرتے ہیں اور اللہ نے جن کو حرام ٹھہرایا ان کو یہ علما حلال کرتے ہیں اور تم ان کی آنکھ بند کر کے پیروی کرتے ہو۔ عدی بن حاتم نے کہا ہاں یہ بات تو ہے حضور ﷺ نے فرمایا یہی ان کی پرستش ہوئی اور ان کو رب ماننا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو یہ غلط فہمی تھی کہ جب تک زبان سے کسی کے خدا ہونے کا اقرار نہ کیا جائے اس وقت تک وہ خدا اور رب نہیں ہوسکتا اور جب تک کسی کی رسمی عبادت نہ کی جائے اس وقت تک وہ معبود نہیں بنتا۔حضور ﷺ نے اس غلط فہمی کو دور یوں فرمایا کہ کسی کو خدا کہو یا نہ کہو اگر وہ اختیارات اور حقوق جو خدا کے لئے مخصوص ہیں وہ دوسروں کو دیتے ہو تو بغیر اس کے کہ تم زبان سے اس کو رب اور خدا کہو، اس کو رب مان رہے ہو اور بغیر اس کی پوجا کے رسمی طریقے بجالاؤ، اس کی پرستش کر رہے ہو۔ قانون اور شریعت بنانا تو صرف اللہ کا کام ہے، اس کے لیے ہی مخصوص ہے، اس کام کا دوسروں کو اختیار دے دو، تو وہ خدا بن جائے گا اور تم اس کے بندے بن جاؤ گے، چاہے زبان سے اس کو بندہ کہو یا خدا حضور ﷺ کی اس تشریح سے معلوم ہوا کہ کسی شئے کو حلال وحرام ٹھہرانا کسی انسان کا کام نہیں بلکہ اللہ کا کام ہے۔

زمین سے آسمان تک ساری بادشاہی اللہ ہی کی ہے۔ زمین کے بادشاہ اور سلاطین احکامِ شریعت میں تبدیلی کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ انسان اپنی طرف سے نہ کمی کرسکتا ہے اور نہ قانون کو بدل سکتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہی سوال بادشاہِ وقت سے کیا تھا کہ ’’اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو، تو اس کو مغرب سے نکال، تو وہ لاجواب ہوگیا۔ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ حکم صرف اللہ کیلئے ہے۔ (البقرہ)

حضور ﷺ جو شریعت الٰہی کے ترجمان تھے اللہ کے بندوں کو احکام الٰہی سے آگاہ فرماتے، اس کی تعلیم دیتے تھے اس حیثیت سے آپ کا ہر حکم حکم الٰہی ہے لیکن حکم الٰہی کے بغیر آپ نے ایک مرتبہ شہد کو اپنے لیے حرام قرار دے لیا تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہوا۔ ’’اے پیغمبر تم کیوں اس کو حرام کرتے ہو جس کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کیا۔‘‘

(تحریم : ۱)

قرآن نے ان عربوں اور منافقین کو جو قانون الٰہی کی سختی سے بچنے کیلئے دنیوی فائدہ کی خاطر یا ایمان کی کمزوری کے سبب سے اپنے مقدمات یہودیوں کی عدالتوں میں لے جاتے تھے ان کے اس فعل کو کھلا نفاق اور شرک فرمایا۔ پیغمبروں اور پیشواؤں، عالموں اور مذہبی رہنماؤں میں سے کسی کو بھی حرام وحلال کی حدیں مقرر کرنے کا اختیار نہیں اور نہ کسی قانون میں تحریف وتبدیلی کرنے کا اختیار ہے۔

مسلمانوں کو اپنی حالت کا جائزہ لینا چاہئے

موجودہ زمانے میں بہت سارے علاقوں پر مسلمانوں کو اللہ نے حکومت اور اقتدار سے نوازا، اور ان علاقوں میں دن میں پانچ مرتبہ مسجدوں سے اللہ کی بڑائی اللّٰہ اکبر ، اللّٰہ اکبر کی شکل میں بیان کی جاتی ہے گویا اس بات کا اعلان کیا جاتا ہے کہ سب سے بڑا اللہ ہی ہے مگر عملی زندگی کو دیکھنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ لوگ اور ان کے حکمران خدا کو صرف

مسجدوں کی حد تک ہی بڑا مانتے ہیں اور مسجدوں کے باہر پارلیمنٹ، عدالتوں، دفاتر، بازاروں اور دوکانوں اور مکانوں میں خدا کے قانون کے بجائے کسی اور کے حکم کے مطابق زندگی اور کاروبار کے فیصلے کئے جاتے ہیں اور مسلمان ہوتے ہوئے خدا کے قانون کے بجائے انسانوں کے قانون کو پسند کیا جاتا ہے۔ بڑی بڑی حکومتوں کے ڈر اور خوف سے یا ان کو خوش کرنے یا ان کی حمایت حاصل کرنے یا اپنے مفاد کی خاطر خدا کے قانون کے بجائے غیروں کے قانون کے تحت زندگی گذاری جاتی ہے۔ اگر کوئی حکمران اسلامی قانون کو اپنی حکومت میں نافذ کرنا بھی چاہے تو مسلمانوں ہی کی بڑی تعداد احتجاج جلوس اور جلسوں کے ذریعہ اسلامی نظام اور قانون کی مخالفت کرتے ہیں اور اس حکومت کو ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ ہر روز پانچ مرتبہ مسجدوں میں یہی مسلمان پکار پکار کر یہ اعلان کرتے ہیں کہ اللہ ہی بڑا ہے اللہ ہی بڑا ہے۔ چنانچہ اکثر علاقوں میں مسلمان حکومتیں ہونے کے باوجود اور سو فیصد مسلمان آبادیاں ہونے کے باوجود وہاں کی پارلیمنٹ، عدالتوں اور دفاتر وغیرہ میں خدا کا قانون نہیں بلکہ انسانی قانون چلتا ہے اور غیر اسلامی حکومتوں کی طرز پر حکومتیں چلتی ہیں۔ مثلاً پرسنل لا آدھا اسلام کا اور آدھا غیر اسلامی، سزائیں دینے کا قانون انگریزوں کا۔ تجارت ومعاملات یورپی اور امریکی انداز پر، تعلیم وتربیت عیسائی طرز پر اور لوگ بھی اپنے صحیح علماء اور مفتیوں کو چھوڑ کر ان ہی غیر اسلامی ڈھانچوں سے رجوع ہوتے ہیں۔ بعض مسلمان ملکوں میں پردہ، نکاح، طلاق، عورتوں کی گواہی پر اور عورتوں کو مردوں کے برابر حق دینے کیلئے اعتراضات کئے جاتے اور اسلامی قانون کو تبدیل کرنے کی مانگ کی جاتی ہے اور بعض مغربی تعلیم یافتہ مسلمان زنا پر سنگساری اور چوری پر ہاتھ کاٹنے وغیرہ کے اسلامی تعزیراتی قانون پر تنقید کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ قوانین موجودہ زمانے میں قابل عمل نہیں ہیں ان کو تبدیل کیا جائے چنانچہ بہت سے مسلمانوں کو پردہ، اسلامی انداز کا لباس، ڈاڑھی وغیرہ پسند نہیں۔

جس نے یہ سمجھا کہ حضور ﷺ کے علاوہ کسی اور طریقہ زندگی زیادہ مکمل اور جامع ہے یا یہ عقیدہ رکھا کہ حضور ﷺ کے طریقہ حکمرانی سے بہتر اور کوئی طریقہ حکمرانی ہے تو وہ کافر ہے

جولوگ طاغوتی نظام حکومت کو حضور ﷺ کے پیش کردہ طریقہ حکمرانی پر ترجیح دیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک فی اختیارات میں مبتلا ہیں، وہ اللہ کی واحد حاکمیت کو تسلیم نہیں کرتے جس نے حضور ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی کسی چیز کو ناپسند کیا خواہ اس پر عمل ہی کیوں نہ کرتا ہو وہ شخص کافر ہو گیا۔ جس نے یہ سمجھا کہ انسان کے خودساختہ نظام اور قوانین شریعتِ اسلامی سے بہتر ہیں یا یہ عقیدہ رکھا کہ اسلامی شریعت اس بیسویں صدی کیلئے موزوں نہیں ہے یا اس کو مسلمانوں کی پستی کا سبب سمجھتا ہو یا جس نے یہ سمجھا کہ چور کا ہاتھ کاٹنا اور شادی شدہ زناکار کو سنگسار کرنے کا خدائی قانون عصر حاضر کے لئے مناسب نہیں ہے اور جو شخص یہ عقیدہ رکھے گا کہ معاملات، تعزیرات میں اللہ کی شریعت کے علاوہ کسی اور نظام قانون کے ذریعہ فیصلہ کرنا جائز ہے یا زنا۔ شراب، سودخواری کو جائز اور حلال مانے گا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

کامل ایمان کے لئے منافق کے شرک کو بھی ذہن میں رکھنا ہوگا

اسلام کے احکام کے مطابق ہر وہ انسان جو زبان سے کلمہ پڑھے گا وہ مسلمان کہلائے گا۔ اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا سلوک کرنا ہوگا اور وہ مسلمانوں کے آپسی حقوق کا حقدار رہے گا۔ چنانچہ اسلام کے اس قانون کی وجہ سے بعض غیر مسلم لوگ زبان سے کلمہ پڑھتے اور اپنا نام مسلمانوں جیسا رکھ کر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مگر وہ دل سے مسلمان نہیں ہوتے ہیں ایسے لوگوں کو اسلام دنیوی اعتبار سے مسلمان تو مانتا ہے اور مسلمانوں کے حقوق دیتا ہے مگر وہ منافق ہوتے ہیں ان کو منافقین کی فہرست میں رکھتا ہے حضورِ اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی ایسے لوگ تھے جو بظاہر عمل کے لحاظ سے پورے مسلمان تھے اور عقیدۂ ایمان کے تحت اللہ، رسول، کتابوں، فرشتوں، تقدیر اور آخرت سب کا ظاہری طور پر اقرار کرتے تھے۔ حضور ﷺ اور دوسرے تمام انبیاء کی رسالت کی گواہی بھی ظاہری طور پر دیتے تھے۔ بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کو ظاہر کرتے تھے۔ مسجدوں میں مسلمانوں کے ساتھ

اسلام کے بتلائے ہوئے طریقے پر نمازیں بھی ظاہری طور پر ادا کر لیتے تھے۔ زکوٰۃ، صدقات بھی دکھانے کیلئے دیتے تھے۔ خانہ کعبہ کا طواف اور حج بھی ظاہری طور پر کر لیتے تھے۔ غزوات میں بھی ظاہری طور پر شریک ہو جاتے تھے اور حضور ﷺ کے سامنے آ کر جھوٹی قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتے تھے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے والے نہیں ہیں بلکہ دل سے فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔ مگر اسکے باوجود مسلمانوں کے پیچھے جب کافروں اور مشرکوں سے ملتے تو اسلام کا اور حضور ﷺ کا مذاق اڑاتے اور مسلمانوں کو بیوقوف سمجھتے اور اپنے ایمان کی نفی کرتے اور ہمیشہ اسلام کو پیچھے سے نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔ اسلام کی ترقی کو دیکھ کر دل میں تکلیف محسوس کرتے اور مسلمانوں سے جلتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مسلمان جب اپنا مال و جان لگاتے تھے تو وہ مسلمانوں کا مذاق اڑاتے اور طنز کرتے تھے۔ قرآن نے ان ساری باتوں کو مسلمانوں کے سامنے پیش کیا اور ان کی ایک بات بھی تسلیم نہیں کی۔ بلکہ ان کو ایمان سے محروم، رسالت کا منکر، شیطان کا ساتھی اور جہنم کے سب سے نچلے طبقے کا مستحق اور صاف صاف لفظوں میں شرک کا مجرم قرار دیا۔ منافقین اپنے بہت سے جھگڑوں اور نزاعی امور میں یہودی عدالتوں کی طرف رجوع ہوتے تھے اور یہود کے حکام کو رشوتیں دیکر اور بہت ساری جھوٹی باتیں بنا کر اپنے موافق فیصلے حاصل کر لیتے تھے۔ حضور ﷺ کے پاس یہ چیز ان کے لیے مشکل تھی اور جہاں ان کو اسلامی قانون سے فائدہ نظر آتا تو اُن معاملات میں حضور ﷺ کے پاس آ کر فیصلے کروانا چاہتے تھے۔

موجودہ زمانے میں بھی بہت سارے لوگ نماز پڑھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، حضور ﷺ سے محبت کا اظہار بھی کرتے ہیں اور قرآن کی تلاوت بھی کرتے ہیں۔ مگر جب مسلم اور غیر مسلموں کے درمیان تنازعہ اور اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں تو صرف دنیوی چند ٹکوں کی خاطر غیر مسلموں کے نمائندہ بن کر ان کا ساتھ دیتے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے ہیں اور بعض لوگ ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود نماز کی پابندی اور حاجی ہونے کے

باوجود جب طلاق، نان نفقہ، جائیداد اور عہدہ اور کرسی کے تنازعے پیدا ہوتے ہیں تو نفس کی اطاعت کے تحت اپنے غصہ اور بدلہ کی ہوس بجھانے یا دنیوی مال بٹورنے کیلئے یا اپنے مخالف کو پریشان کرنے اوراس کی بے عزتی کرانے کیلئے قانونِ شریعت کے خلاف جھوٹی باتیں بنا کر غیر مسلموں کے قانون سے فائدہ اٹھانے کیلئے جھوٹے مقدمے ان کی عدالتوں میں ڈال کر، اسلام کا مذاق اڑاتے اور اسلامی احکام کے خلاف اپنے عمل کو ظاہر کرتے ہیں۔ چنانچہ اس قسم کے مقدمے طلاق اور جائیداد کے سلسلہ میں محض غیر مسلموں کے قانون سے فائدہ اٹھانے کیلئے سینکڑوں مسلمان خدا کی کتاب کے خلاف غیر مسلموں کی عدالتوں سے رجوع ہو رہے ہیں اور اپنی نفسانی خواہش کو پوری کر رہے ہیں۔ یہ لوگ قرآن وسنت کی طرف رجوع ہونے اور علماء کرام سے فیصلہ حاصل کرنے کے بجائے صرف اپنے غصہ، مفاد اور دنیوی فائدوں کی خاطر غیر مسلموں کے قانون سے فائدہ اٹھانے کیلئے غیر مسلموں کی عدالتوں میں رجوع ہوتے ہیں اور وہاں رشوتیں دے کر جھوٹی باتیں اور جھوٹے الزامات لگا کر اپنے موافق فیصلے کروالیتے ہیں ایسے لوگوں کو قرآن اور سنت کا فیصلہ قبول اور پسند نہیں ہوتا۔ وہ علماء کے فیصلوں کو قبول نہیں کرتے۔ اس لئے کہ علماء کرام کے پاس رشوت دیکر اپنے موافق فیصلہ کروانے کا کوئی امکان نہیں ہوتا جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے ”اگر تم کسی بات میں نزاع کرو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لے جاؤ اگر واقعی تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو یہی بہتر ہے اور اچھا ہے انجام“۔
چنانچہ آج مسلمانوں کے ہزاروں مقدمات طلاق، نان نفقہ اور سامان جہیز اور جائیداد وغیرہ کے غیر مسلموں کی عدالتوں میں چل رہے ہیں اور مسلمان ان عدالتوں کا چکر کاٹتے نظر آتے ہیں۔ ایسے لوگ قرآن مجید کے احکام کی جان بوجھ کر خلاف ورزی کرتے ہیں اور حضور ﷺ سے صرف زبانی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور زندگی کے اعمال پورے یہود و نصاریٰ اور ہنود کے پسند کر کے غیر مسلموں کی تہذیب پر زندگی گذارتے ہیں۔

حضور ﷺ کے زمانے میں مدینہ کے منافقین کو یہ ڈر بھی لگا ہوا تھا کہ مسلمانوں نے مکہ کی طاقت کو تو توڑ دیا ہے ابھی وہ یہود کی طاقت کو نہیں توڑے ہیں۔ کل اگر یہود سے مقابلہ ہو جائے اور اس میں یہود کو کامیابی مل جائے تو مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہمارا بھی صفایا ہو جائے گا۔ اس خیال پر وہ اپنے آپ کو یہود کا بھی وفادار بتلاتے تھے اور دوسری طرف مسلمانوں سے بھی وفاداری کا اظہار کر کے اپنے آپ کو مسلمانوں کا وفادار بتلاتے تھے۔ اس لئے کہ وہ مسلمانوں کی قوت سے بھی ڈرتے تھے۔ گویا ان میں حق کا ساتھ دینے اور حق کی وفاداری کرنے کا جذبہ نہیں تھا صرف اپنی دنیا کی حفاظت مقصود تھی۔ وہ خدا سے ڈرنے کے بجائے انسانی طاقتوں سے ڈرتے تھے۔

واسطے اور وسیلے کے عقیدے کی گمراہی

جو چیزیں دوسری قوموں میں شرک ہیں اور جن کی بنیاد پر دوسری قوموں کو مشرک کہا گیا وہ شرک ہی رہیں گی۔ توحید نہیں بن سکتی۔ گندگی اور غلاظت چاہے کپڑے پر ہو یا سونا چاندی پر گندگی ہی کہلائی گی۔ غیر مسلموں کے سارے شرک کی تمام قسمیں مسلمانوں میں آچکی ہیں مگر ان کو اپنے شرک کا احساس ہی نہیں البتہ ان کی شکلیں بدلی ہوئی ہیں ان بدلی ہوئی شکلوں میں ایک واسطے اور وسیلے کے عقیدہ کی گمراہی بھی ہے۔ جس طرح غیر مسلم یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ دنیا کے مختلف کام اللہ نے دیوی دیوتاؤں کے اختیار میں دے دیا ہے اسی طرح اکثر مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاءِ کرام کو دنیا کے مختلف کاروبار انجام دینے کے لئے اختیارات دے دیا ہے۔ چنانچہ بعض لوگ عوام کو گمراہ کرنے کیلئے اپنے گھروں کو خاص خاص ایام میں پھولوں سے سجاتے، عطر اُودھ کا دھواں دیتے اور لوگوں کو جمع کر کے یہ تصور دیتے ہیں کہ ان کے پاس حضور اور مختلف صحابہ اور اولیاء آرہے ہیں۔ سب لوگ ادب واحترام سے بیٹھے رہیں اور اپنے اپنے حاجات مسائل کو پیش کریں مرشد خود مسائل کو پیش کرنے کا ڈھونگ رچاتے ہیں اور مسائل کا حل بتلاتے ہیں۔ اسی طرح بہت سارے مسلمان اولیائے کرام کی قبروں پر جا کر براہِ راست ان ہی سے التجا کرتے اور ان کی قبروں پر درخواستیں لٹکاتے ہیں کہ آپ ہمارا فلاں فلاں کام بنا دیجئے حالانکہ یہ کھلا ہوا شرک ہے کچھ لوگ اولیاء سے اس طرح

دعا کرتے ہیں کہ آپ اللہ سے ہمارے حق میں سفارش فرما دیجئے اور یہ سمجھتے ہیں کہ بزرگوں کا وسیلہ لئے بغیر دعا قبول ہی نہیں ہوتی اس طرح وہ غلو میں مبتلا ہوتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بزرگوں کی حیثیت اور مقام وہی ہے جو ایک بادشاہ کے دربار میں وزیر کا ہوتا ہے جس طرح وزیر کی سفارش کے بعد ہی بادشاہ عوام کی درخواست قبول کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اولیاء کی سفارش کے بعد ہی دعائیں قبول کرتا ہے ورنہ نہیں کرتا۔ ایسے لوگ یہ بھی تصور رکھتے ہیں کہ ہم خود گنہگار ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں نہیں سنے گا۔ اس لئے اولیاء کو سفارشی بنانا ضروری ہے تا کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں قبول کرے۔ اس لئے ایسے لوگ براہِ راست اللہ تعالیٰ سے دعائیں نہیں کرتے، یہ سب کھلی گمراہی ہے۔ غیر مسلموں کا یہی عقیدہ قرآنِ مجید میں بیان کیا گیا۔ مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَی اللّٰهِ زُلۡفٰی (سورۂ زمر) ترجمہ: ”ہم تو ان کو اس لیے پوجتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ سے قریب پہنچا دیں“۔ کچھ لوگ قرآنِ مجید (المائدہ: آیت/۳۵) سے مذکورہ اور ممنوع وسیلہ کے جواز پر استدلال کرتے ہیں ”اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو۔“ ذرا غور کیجئے کہ اس آیت میں اللہ تک پہنچنے کیلئے وسیلہ تلاش کرنے کا حکم ہے مگر وسیلہ لوگوں کا مراد نہیں امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے ذریعہ تلاش کیا جائے اور یہ ذریعہ عبادات واطاعات کا ہے۔ بیضاویؒ نے لکھا ہے کہ اطاعت کے کام اور گناہ کو ترک کر کے اللہ کا قرب حاصل کرنا وسیلہ ہے۔ صاحبِ جلالین فرماتے ہیں کہ اللہ کی اطاعت جو تم کو اس سے قریب کر دے وسیلہ ہے حضرت ابنِ عباسؓ اور مجاہد وغیرہ سے بھی یہی مطلب منقول ہے۔ اس لئے اس آیت سے بزرگوں کے وسیلہ کا جواز نکالنا فضول اور بے بنیاد ہے قرآنِ مجید نے انسانوں کو کھلے طور پر تعلیم دی کہ براہِ راست اللہ کو پکارو وہ تمہاری دعائیں سنتا ہے مگر افسوس مسلمانوں میں عجیب عجیب عقائد آ گئے ہیں اور وہ کئی فرقوں میں بٹ گئے ہیں ہر فرقے میں دین اصلی نہیں بلکہ ان کے اپنے اپنے مرشدوں، پیشواؤں کے بنائے ہوئے طریقے کا ہے اسی کو وہ دین کہہ کر عمل کرتے ہیں۔